بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

كَيْفِيَّةُ الْمُنَاظَرَةِ مَعَ الشِّيْعَةِ وَالرَّدُّ عَلَيْهِمْ

ترجمہ بنام

ردِ روافض و آدابِ مُناظَرہ

مؤلف:

شیخُ الاِسلام وَالْمُسلِمِیْن سیِّد احمد دحلان مکّی شافعی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

ترجمہ وتخریج وتحشیہ

محمد حُسام رضا رضوی المدنی

تَغَمَّدَہُ اللہُ بِغُفْرَانِہٖ

کتاب	....	كَيفِيَّةُ المُنَاظَرَةِ مَعَ الشِّيعَةِ وَالرَّدُّ عَلَيهِم
مصنف	....	شیخُ الاِسلام سیّد احمد دحلان مکّی شافعی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ
ترجمہ، تخریج، تحشیہ	....	محمد حسام رضا رضوی المدنی
ناشر	....	
سن اشاعت	....	۱۴۳۳ھ

فہرست

تعارفِ مصنف

شیخ الاسلام حضرت سیّد احمد بن زینی دحلان مکی شافعی جیلانی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کثیر صفات کے حامل تھے؛ مُفسِّر، مُحدِّث، فقیہ اور مُؤرِّخ وغیرہ صفاتِ عالیہ کی وجہ سے آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کو علمائے حرمین شریفین کے درمیان خاص مقام حاصل تھے؛ زیرِ نظر سطور میں آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کی زندگی کے چند گوشوں کو واضح کیا جاتا ہے، چُنانچہ

وِلادت، تربیت اور تحصیلِ علم:

خاتمۃُ الْمُحدِّثین وَالْمُحَقِّقِیۡن، شَیۡخُ الۡاِسۡلَامِ وَالۡمُسۡلِمِیۡن، زُبۡدَۃُ کُبَرَاءِ الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡن، شَیۡخُنَا وَشَیۡخُ عُلَمَاءِ الۡمُحَقِّقِیۡن حضرتِ علّامہ سیّد احمد بن زینی دحلان مکی شافعی جیلانی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ ۱۲۳۱ھ کو **مکّہ مُعظّمہ** زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّتَعۡظِیۡمًا میں رونق افزائے دارِ دنیا ہوئے؛ آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کا سلسلۂ نسب قطبِ ربّانی، محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے ذریعے **سَیِّدُ الْمُرسَلِین، رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡن**، احمدِ مجتبیٰ، محمدِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جا ملتا ہے؛ آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے **مکّہ مُعظّمہ** زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّتَعۡظِیۡمًا میں

شیخ محمد سعید مقدسی، شیخ علی سرور، شیخ عبداللہ سراج حنفی، شیخ بشر جبرتی رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی سے اِکتِساب علم فرمایا اور فقہِ حنفی میں حضرتِ شیخ سیّد محمد کتبی حنفی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے اِکتِساب کیا؛ تحصیلِ علم کے بعد تبلیغِ دین، تصنیف وتالیف، افتاء وتدریس کے ذریعے اِعلاءِ کلمۃُ الحق فرماتے رہے اور **مکّہ مُعَظَّمہ** زَادَہَا اللہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً میں اِمامُ الْحَرَم اور مفتیٔ مکّہ وغیرہ جیسے عظیم مَناصِب پر فائز رہے۔

رِوایتِ حدیث:

حضرتِ سیّدُنا شیخ احمد دحلان مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی رِوایتِ حدیث شیخ وجیہ کزبری، شیخ عثمان دمیاطی، قاضی اِرتضٰی علی خان مدراسی ہندی وغیرہم رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی سے فرماتے ہیں۔

درس وتدریس:

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہمیشہ درس وتدریس میں مصروف رہے خصوصاً حدیث شریف پڑھاتے رہے حتّٰی کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں کہا جانے لگا کہ ''بخاری شریف ان کے نزدیک سورۂ فاتحہ کی طرح ضروری ہوگئی ہے''۔

(فہرس الفہارس لأبی جعفر کتانی، ج ۱، ص ۳۹۱، دار الغرب الاسلامی)

اِمامِ اہلسنّت اور شیخ الحرم:

مجدِّدِ اعظم، اعلیٰ حضرت سیّدی امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کے آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے گہرے تعلُّقات تھے: ۲۶شوال المُکَرَّم ۱۲۹۵ھ کو جب اِمامِ اہلسنت رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والِدِ ماجد رئیسُ المُتَکَلِّمِین حضرت علّامہ مفتی نقی علی خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْمَنَّان کے ہمراہ **مکّہ مُعظَّمہ** زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً حج کے ارادے سے حاضِر ہوئے تو وہاں شیخُ الحرم حضرت سیّد احمد دحلان عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان نے اِمامِ اہلسنّت اور آپ کے والِدِ ماجد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہما کو سنَدِ حدیث عطا فرمائی۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ایک فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے شیخُ الاسلام سیّد احمد دحلان عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان تحریر فرماتے ہیں: ”میں نے یہ شریف تالیف جامع ہر دلیلِ لطیف دیکھی تو میں نے اسے پایا کہ اہلِ حق و اربابِ تائید کے عقیدے صاف واضح لکھے ہیں اور باطِل پرست گمراہوں کے مذہب باطِل کیے ہیں“۔

(فتاوی رضویہ (مخرجہ)، ج ۹، ص ۸۲۸-۸۲۴، رضافاؤنڈیشن لاہور)

تعریفی کلمات و القابات:

﴿ ۱ ﴾......مجدِّدِ اعظم، فقیہِ أفخم، اِمامِ اہلسنّت، اعلیٰ حضرت سیِّدُنا امام احمد رضا خان مختلف مقامات پر آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا نام مُندرجہ ذیل القابات کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں:

”حضرت مولٰنا وَشَیْخُنَا وَبَرَکَتُنَا، زَیْنُ الْحَرَم، عَیْنُ الْکَرَم

مولانا احمد زین دحلان شافعی مفتیٔ مکہ مکرّمہ"

(فتاویٰ رضویہ [مُخَرَّجه]، ج ۹، ص ۸۲۸-۸۲۴، رضافاؤنڈیشن لاہور)

"علمائے مکّہ معظّمہ کے سردار، بَقِيَّةُ السَّلَف، عُمْدَةُ الْاَبْرَار، خاتمةُ الْمُحَقِّقِيْن، شَيْخُ الْاِسْلَام وَالْمُسْلِمِيْن، زُبْدَةُ الْكُبَرَاءِ الْبَلَدِ الْاَمِيْن، شَيْخُنَا وَبَرَكَتُنَا، وَسَيِّدُنَا وَقُدْوَتُنَا علّامہ سیّد شریف احمد زینی دحلان مکّی"

(فتاویٰ رضویہ [مُخَرَّجه]، ج ۱۵، ص ۲۵۷-۲۵۲، رضافاؤنڈیشن لاہور)

"خاتمةُ الْمُحَدِّثِيْن، زَيْنُ الْحَرَم، عَيْنُ الْكَرَم مولانا سیّد احمد زین دحلان مکی" (فتاویٰ رضویہ [مُخَرَّجه]، ج ۲۶، ص ۵۱۲-۵۰۸، رضافاؤنڈیشن لاہور)

ان کے عِلاوہ "سیِّدی، المُحَدِّث، الفَقِيْه، الفَهَّامَه، علَّامةُ الْوَرٰى، عَلَمُ الْهُدٰى، سیِّدُ الْعُلَماء، اِمامُ الْعُلَماء، اَجَلُّ الْعُلَمَاء، اَكْمَلُ الْفُضَلَاء، شیْخُ الْاِسْلَام، شیخُ الْاِسْلَامِ بِالْبَلَدِ الْحَرَام، شیْخُ الْعُلَماءِ بِالْبَلَدِ الْكِرَام، زِيْنَتُ الْمَسْجِدِ الْحَرَام" وغیرہ جیسے عظیم الشّان القات ذکر فرمائے ہیں۔

﴿۲﴾...... اسماعیل پاشا بغدادی آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کا ذکر ان القابات سے کرتے ہیں: "رَئِيْسُ الْعُلَمَاء، شیْخُ الْخُطَبَاء"

(فهرس الفهارس لأبی جعفر کتانی، ج ۱، ص ۳۹۰، دار الغرب الاسلامی)

﴿۳﴾......خیر الدین زرکلی آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کا تعارُف اس طرح بیان کرتے

ہیں: ’’(شیخ الاسلام حضرت سیّدُ نا احمد بن زینی دحلان عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان) فقیہ، مُؤَرِّخ (یعنی تاریخ دان) اور مکّی ہیں؛ مکّہ میں پیدا ہوئے اور یہیں پر اِفتاء وتدریس کی خدماتِ انجام دینے کے لئے مُقرَّر رہو گئے۔‘‘

(الأعلام لخیر الدین الزرکلی، ج ۱، ص ۱۲۹، دار العلم بیروت)

تصـــانیفـــــ:

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مختلف عُلوم وفُنون میں تصانیف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا؛ ان میں سے بعض یہ ہیں: ﴿۱﴾......تقریرات علي تفسیر البیضاوي ﴿۲﴾......منھل العطشان علي فتح الرحمن في علم القراءات ﴿۳﴾...... فتح الجواد المنان شرح العقیدۃ المسماۃ بفیض الرحمن ﴿۴﴾......کیفیۃ المناظرہ مع الشیعۃ والرد علیھم ﴿۵﴾......الدرر السنیۃ في الرد علي الوھابیۃ ﴿۶﴾...... رسالۃ في البعث والنشور ﴿۷﴾......اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب ﴿۸﴾......ارشاد العباد في فضائل الجھاد ﴿۹﴾...... رسالۃ في البسملۃ ﴿۱۰﴾...... رسالۃ في فضائل الصلاۃ علي النبي صلي اللہ علیہ وسلم ﴿۱۱﴾...... فضائل الجمعۃ والجماعات ﴿۱۲﴾...... النصر في احکام صلاۃ العصر ﴿۱۳﴾...... رسالۃ الاستعارات ﴿۱۴﴾......تقریب الاصول لتسھیل الوصول لمعرفۃ اللہ

والرسول (عزوجل وصلي الله تعالي عليه واله وسلم) ﴿ ۱۵ ﴾...... النصائح الايمانية للامة المحمدية ﴿۱۶﴾...... الانوار السنية بفضائل ذرية خير البرية ﴿ ۱۷ ﴾...... بيان المقامات وكيفية السلوك ﴿ ۱۸ ﴾...... رسالة الشكر ﴿ ۱۹ ﴾...... السيرة النبوية والاثار المحمدية (في مجلدين) ﴿ ۲۰ ﴾...... الفتح المبين في فضائل الخلفاء الراشدين واهل البيت الطاهرين (في مجلد) ﴿ ۲۱ ﴾...... طبقات العلماء ﴿ ۲۲ ﴾...... متن البهجة وابي شجاع وعقود الجمان ﴿ ۲۳ ﴾...... تلخيص اسد الغابة ﴿ ۲۴ ﴾...... تلخيص الاصابة في معرفة الصحابة ﴿ ۲۵ ﴾...... الفتوحات الاسلامية بعد فتوحات النبوية ﴿۲۶﴾...... تاريخ الاندلس ﴿ ۲۷ ﴾...... تاريخ الدول الاسلامية بالجداول المرضية ﴿ ۲۸ ﴾...... خلاصة الكلام في بيان امراء البلد الحرام من زمن النبي عليه السلام الي وقتنا هذا بالتمام. ﴿ ۲۹ ﴾...... حاشية علي الزبد لابن ارسلان ﴿ ۳۰ ﴾...... فتح الجواد المنان بشرح فيض الرحمن ﴿ ۳۱ ﴾...... شرح الاجرومية في النحو ﴿ ۳۲ ﴾...... تقريرات علي الاشموني والصبان ﴿ ۳۳ ﴾...... حاشية البناني ﴿ ۳۴ ﴾...... حاشية علي

مختصر الايضاح لابن حجر ﴿۳۵﴾...... حاشية علي جمع الجوامع ﴿۳۶﴾...... تنبيه الغافلين مختصر منهاج العابدين ﴿۳۷﴾...... حاشية علي متن السمرقندية في الآداب ﴿۳۸﴾...... رسالة اعراب جاء زيد ﴿۳۹﴾...... رسالة البينات ﴿۴۰﴾...... رسالة في بيان العلم من اي المقولات ﴿۴۱﴾...... شرح الاجرومية ﴿۴۲﴾...... الفوائد الزينية في شرح الالفية للسيوطي.

سفرِ آخرت:

شَیخُ الاسلام علّامہ سیِّد احمد دحلان عَلَیْہِ الرَّحمَۃُ وَالرِّضْوَان نے ۱۳۰۴ھ کو **مدینۂ مُنَوَّرہ** زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً میں اِنتِقال فرمایا۔

ہم بھی بارگاہِ ربُّ العزَّت عَزَّوَجَلَّ میں عرض کرتے ہیں کہ اے مالِک و مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں زیرِ گنبدِ خضراء جلوۂ محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں شہادت، **جَنَّتُ الْبَقِیْع** میں مَدفَن اور **جَنَّتُ الْفِرْدَوْس** میں اپنے مدنی حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پڑوس نصیب فرما۔

اٰمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کچھ کِتاب کے بارے میں

یہ کِتاب درحقیقت زَیْنُ الْحَرَم، عَیْنُ الْکَرَم سیِّد احمد دحلان عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان کے شیخ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اِفاضات کا مجموعہ ہے جنہیں شَیْخُ الاسلام سیِّد احمد دحلان مکی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جمع فرمایا ہے جیسا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کِتاب کے آغاز میں ہی فرماتے ہیں: ''ان کلمات کو میں اپنے شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سنا کرتا تھا.....الخ''

اس کِتابِ مستطاب میں مُناظَرے کے ان بنیادی اُصول وضوابط کو بیان کیا گیا ہے جن کے بغیر کسی بھی بحث ومُناظَرہ کا فائدہ مند نتیجہ برآمد نہیں ہوتا؛ اور ساتھ ساتھ رافضیوں کا رَدّ بھی کیا گیا ہے؛ کِتاب کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مُناظَرے کے چند اہم وبنیادی اُصول بیان کئے جاتے ہیں:

﴿ ۱ ﴾......جس موضوع پر مُناظَرہ ہے اس سلسلے میں اپنے مذہب سے پوری طرح واقِف ہو۔

﴿ ۲ ﴾......مُناظَرے سے پہلے ایک ایسی بنیاد مُقرّر رہو جس کی طرف بوقتِ اِختِلاف رُجوع ہو گا یعنی اپنے دعوٰی کے اِثبات میں جس بنیاد پر اور جن کِتابوں سے دلیل دینی ہے وہ مُقرّر رہو۔

﴿ ۳ ﴾......اور اس بنیاد پر دونوں فریقوں کا اِتّفاق بھی ہو، یہ نہ ہو کہ ہر کوئی اپنے نزدیک کوئی بنیاد مُقرَّر کرلے اور فریقِ مُخالِف اس پر اِتّفاق نہ کرتا ہو کہ اس صورت میں مُناظَرہ بے سود ہے بلکہ مُناظَرہ ہو ہی نہیں سکتا۔

﴿ ۴ ﴾......اگر فریقِ مُخالِف کسی بنیاد پر اِتّفاق نہ کرے تو پہلے اس پر ایسے عقلی دلائل قائم کرے جن سے وہ کسی نہ کسی بنیاد پر اِتّفاق کرنے پر مجبور ہو جائے۔

﴿ ۵ ﴾......مُناظَرے میں صرف وہی احادیث قبول کی جائیں جن کو ثقہ راویوں نے رِوایت کیا ہے۔

﴿ ۶ ﴾......آیات کی تفسیر اور احادیث کی شرح میں ثقہ و معتمد علیہ ائمہ کی وضاحت کا ہی اِعتِبار کیا جائے۔

﴿ ۷ ﴾......دلائل کے سلسلے میں پہلے آیاتِ قرآنیہ پھر احادیثِ نبویہ سے دلیل دی جائے۔

﴿ ۸ ﴾......مُناظَرہ میں حاضِر دماغی بے حد ضروری ہے۔

خطبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ!

ان کلمات کو میں اپنے شیخ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سنا کرتا تھا؛ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے پیشِ نظر اور ان پر شفقت کرتے ہوئے اپنی مختلف مجالس میں اکثر ان کا ذکر فرمایا کرتے اور بار بار دہرایا کرتے تھے نیز اپنے درس میں بھی بیان فرمایا کرتے تھے تاکہ گمراہ اور ٹیڑھے لوگ اہلسنت و جماعت کے عقائد میں شُبہات نہ پیدا کر سکیں۔

خُصوصاً آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بہت سارے گمراہوں کو دیکھا کہ وہ حج کے اِرادے سے **مکّہ مُعَظَّمہ** زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً میں آکر پہلے اہلسنت و جماعت کے کثیر افراد سے میل جول قائم کرتے ہیں پھر ان کے دلوں میں بعض ایسے شُبہات ڈال دیتے ہیں جن پر وہ اپنی ضلالت و گمراہی اور کجروی کے سلسلے میں

اِعتماد کرتے ہیں؛ اسی وجہ سے ہمارے شیخ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ گمراہوں کے ساتھ ملنے جلنے سے لوگوں کو بہت زیادہ ڈرایا کرتے تھے اور کئی طالِبِ علموں کو ایسے کثیر دلائل بیان فرمایا کرتے تھے جن سے اہلسنّت و جماعت اِستِدلال کرتے ہیں؛ اور انہیں گمراہوں کے ساتھ مُناظَرہ کرنے کے عقلی و نقلی طریقے سِکھایا کرتے تھے۔

چُنانچِہ جب تک آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ **مکّہ مُعظَّمہ** زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً میں قیام پذیر رہے آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے خوف کے باعِث کسی گمراہ کو اپنا آپ ظاہر کرنے کی طاقت نہ ہوئی اور نہ ہی وہ اپنے مافی الضمیر (یعنی دل میں چھپے ہوئے) گمراہ کن نظریات میں سے کوئی نظریہ ظاہری طور پر بیان کرسکا۔

اسی طرح مَذاہب اَربَعہ کے مُخالِفین اور دعویٔ اِجتِہاد کرنے والے بھی حضرتِ شیخ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اِنتہائی درجہ ڈرا کرتے تھے؛ یہی حال وہابی گروہ کا بھی تھا لٰہذا حضرت شیخ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ **اہلسنت و جماعت** کے تمام مُخالِفین پر حُجّت تھے۔

مُناظَرے کا بنیادی اصول

آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ **اہلسنت و جماعت** کے مُخالِفین سے مُناظرہ کرنے کے طریقے اور عقلی و نقلی دلائل سے ان پر اِلزام وارِد کرنے کے سلسلے میں فرمایا کرتے تھے: کسی بھی فن میں مُناظَرہ کرنے والے کسی فریق پر یہ بات پوشیدہ

نہیں ہونی چاہئے کہ ان کے درمیان ایک ایسی اصل (یعنی بنیاد) لازمی طور پر مُقرَّر رہو جس کی طرف وہ بوقتِ اِختِلاف رُجوع کریں گے اور اس اصل پر ان دونوں کا اِتّفاق ہو مثلاً جب کسی فقہی مسئلہ میں حنفی اور شافعی کے درمیان مُناظَرہ ہوگا تو وہ دونوں قرآنِ پاک، حدیث شریف، اِجماع یا قیاس کی طرف رُجوع کریں گے؛ اور جب کوئی ایک فریق ان چاروں دلائل میں سے کسی ایک کے ذریعے (اپنے دعویٰ پر) دلیل قائم کر دے گا اور دوسرا فریق اس کے جواب سے عاجز آ جائے گا تو دلیل قائم کرنے والا غالِب قرار پائے گا۔

فریقَین کا کسی ایک اصل پر اِتّفاق نہ ہو تو!!!

اگر دونوں کا کسی ایسی اصل (یعنی بنیاد) پر اِتّفاق نہ ہو جس کی طرف وہ بوقتِ اِختِلاف رُجوع کریں گے؛ اس طرح کہ ہر فریق ایسی اصل کی طرف رُجوع کرتا ہے جو دوسرے کو تسلیم نہیں تو ان دونوں کے درمیان مُناظَرہ نہیں ہو سکے گا لہٰذا جب سنی اور کسی گمراہ شخص کے درمیان مُناظَرہ ہو؛ وہ (گمراہ شخص) کسی بھی فرقہ سے تَعَلُّق رکھتا ہو؛ مُناظَرہ سے پہلے ان دونوں کا ایک ایسی اصل پر اِتّفاق کرنا ضروری ہے جس کی طرف وہ بوقتِ اِختِلاف رُجوع کریں گے۔

اگر کوئی گمراہ شخص اہلسنت و جماعت کی کتابوں پر عمل کرنے کو نہیں مانتا اور نہ ہی ائمہ اَربَعہ، مُحَدِّثین اور دیگر ائمہ ٔ اہلسنت کے فرامین کو مانتا ہے تو سنی پر ضروری ہے کہ وہ لطف اور حسنِ سیاست کے ذریعے اِجتِہاد کرتے ہوئے پہلے اس پر ایسے عقلی

اِلزامات وارِد کرے جو اس کو ایسی اصل کا اِعتِراف و اِقرار کرنے پر مجبور کر دیں جس کی طرف دونوں فریق بوقتِ اِختِلاف رُجوع کریں گے مثلاً قرآن کریم (وغیرہ)۔

مِثال کے طور پر اسے اس طرح کہا جائے: کیا اس بات پر تمہارا ایمان ہے کہ ان دو جلدوں کے درمیان جو کچھ ہے (یعنی قرآنِ پاک) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا پاک کلام ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ، احمدِ مجتبیٰ، **مُحَمَّدِ مصطفٰے** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نازِل ہوا؛ اس کی تِلاوت کرنا عِبادت ہے اور اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے ساتھ چیلنج کیا گیا ہے؟

اگر وہ اس کا اِنکار کرے یا اس میں کسی قسم کا شک کرے پھر تو وہ کافِر ہے لہٰذا اس کے ساتھ مُناظَرہ کرنے کی کوئی حاجت نہیں بلکہ اس پر کافِروں کے احکام جاری ہوں گے۔ اسی طرح اگر اس کا قرآنِ کریم میں تغییر و تبدیل ہونے کا عقیدہ ہے (تب بھی وہ کافِر ہو جائے گا) کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کو جھٹلانے والا ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝﴾[1]

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

---

(1)... (پ ۱۴، الحجر: ۹)

مُفَسِّرِ شہیر، صدرُ الافاضِل حضرت علّامہ مفتی سیِّد نعیمُ الدّین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی ''تفسیرِ خزائن العرفان'' میں اس آیتِ مُقدَّسہ کے تحت فرماتے ہیں: (اللہ عَزَّوَجَلَّ کا.....

جب وہ اس کا اِقرار و اِعتِراف کرتے ہوئے کہے کہ ''میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ان دو جلدوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پاک کلام ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ، احمدِ مجتبیٰ، **مُحَمَّدِ مصطفٰے** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازِل ہوا ہے؛ اس کی تِلاوت کرنی عِبادت ہے اور اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے ساتھ چیلنج کیا گیا ہے'' تو سنی اس پر قرآنِ کریم کی وہ آیات تِلاوت کرے یا کسی کاغذ پر لکھ کر دے جن کو **اللہ رَبُّ الْعِزَّت** عَزَّوَجَلَّ نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعریف وثنا میں نازِل فرمایا ہے مثلاً

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعریف وثنا میں آیاتِ قرآنیہ:

﴿1﴾...... ''سورۃُ الْاَنْفال'' میں **اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن** عَزَّوَجَلَّ کا پاک فرمان ہے:

قرآنِ پاک کی حِفاظت کرنے سے یہ مراد ہے کہ) تغییر و تبدیل، زیادتی و کمی سے اس کی حِفاظت فرماتا ہے؛ تمام جنّ و اِنس اور ساری خَلق کے مقدور (یعنی طاقت) میں نہیں ہے کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی کرے یا تغییر و تبدیل کر سکے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی حِفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے یہ خصوصیت صرف قرآن شریف ہی کی ہے دوسری کسی کتاب کو یہ بات مُیَسَّر نہیں۔ یہ حِفاظت کئی طرح پر ہے: ایک یہ کہ قرآنِ کریم کو مُعجِزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے، ایک یہ کہ اس کو مُعارَضے اور مُقابلہ سے محفوظ کیا (کہ) کوئی اس کی مِثل کلام بنانے پر قادِر نہ ہو، ایک یہ کہ ساری خَلق (یعنی مخلوق) کو اس کے نیست و نابود اور معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کُفّار باوُجود ِکمالِ عداوت کے (یعنی کفار اِنتہائی دشمنی کے باوُجود) اس کتابِ مُقدّس کو معدوم (یعنی ختم) کرنے سے عاجز ہیں۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص ۴۹۰، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی، بتصرفٍ قلیل)

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۠﴾[1]

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی! **اللہ** تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔

﴿2﴾......''سورۃُ التَّوبہ''میں اِرشادفرمایا:

﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْؕ وَ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ٘ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۠﴾[2]

ترجمۂ کنزالایمان: لیکن رسول اور جوان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے۔ **اللہ** نے ان کے لئے تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے؛ یہی بڑی مراد ملنی ہے۔

﴿3﴾......''سورۃُ التَّوبہ''میں ہی فرمایا:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ

---

(1)... (پ۱۰، الانفال:۶۴)

(2)... (پ۱۰، التوبہ:۸۸)

وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسٰنٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ وَ اَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ○﴾[1]

ترجمۂ کنزالایمان: اور سب میں اگلے پہلے مُہاجِر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے، **اللہ** ان سے راضی اور وہ **اللہ** سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں؛ یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿4﴾......''سورۃُ الْفَتْح'' میں ہے:

﴿لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّكِیۡنَةَ عَلَیۡهِمۡ وَ اَثَابَهُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا ○﴾[2]

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک **اللہ** راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو **اللہ** نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا اِنعام دیا۔

﴿5﴾......''سورۃُ الْفَتْح'' میں ہی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡكُفَّارِ

---

(1)...(پ۱۱، التوبہ:۱۰۰)

(2)...(پ۲۶، الفتح:۱۸)

رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ ۚۖۛ وَمَثَلُہُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ ۚ۟ کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِہٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِہِمُ الۡکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۲۹﴾ ﴾[1]

ترجمۂ کنزالایمان: مُحَمَّد، اللہ کے رسول ہیں؛ اور ان کے ساتھ والے کافِروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل؛ تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے **اللہ** کا فضل و رِضا چاہتے؛ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے؛ یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں۔ جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی؛ کسانوں کو بَھلی لگتی ہے تا کہ ان سے کافِروں کے دل جلیں۔ **اللہ** نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔

﴿6﴾......''سورۃُ الحدید'' میں اِرشاد فرمایا:

﴿لَا یَسۡتَوِیۡ مِنۡکُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَ قٰتَلُوۡا ؕ وَکُلًّا

(1)... (پ۲۶، الفتح: ۲۹)

وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط﴾[1]

ترجمۂ کنزالایمان: تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکّہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا؛ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے **اللّٰہ** جنّت کا وعدہ فرما چکا۔

﴿7﴾......اس کے ساتھ ''سورۃُ الْاَنْبِیاء'' میں ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝﴾[2]

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنّم سے دور رکھے گئے ہیں۔

﴿8﴾......اسی طرح ''سورۃُ الْحَشْر'' سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان بھی تلاوت کرے:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیٰرِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾[3]

ان آیات کو تلاوت کرنے یا کسی کاغذ میں لکھ کر دینے کے بعد سنی اس سے

---

(1)... (پ۲۷، الحدید:۱۰)

(2)... (پ۱۷، الانبیاء:۱۰۱)

(3)... (پ۲۸، الحشر:۸)

کہے: یہ قرآنِ عزیز، فرقانِ حمید کی آیات ہیں جن کو **اللّٰہ رَبُّ الْعِزَّت** عَزَّوَجَلَّ نے **خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب کی تعریف وثنا میں نازِل فرمایا ہے؛ یہ آیات صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے سچا ہونے کی گواہی اور ان کے جنّتی ہونے کی خبر دیتی ہیں۔

تم نے اس بات کا اِقرار کیا ہے کہ یہ **اللّٰہ** جَلَّ شَانُہٗ کی آیات ہے لہٰذا تجھ پر لازِم ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر طعن و تشنیع کرنا اور انہیں عیب لگانا ترک کر دو کیونکہ اگر تم ایسا (یعنی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر طعن و تشنیع) کرو گے تو ان آیات کے مضامین کو جھٹلانے والے قرار پاؤ گے جبکہ **اللّٰہ تعالٰی** کی آیات کو جھٹلانا کفر ہے؛ اب تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟

اگر وہ کہے کہ یہ آیات سب کو شامِل نہیں ہیں تو اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے اس قول کو **اللّٰہ** جَلَّ جَلَالُہٗ کا یہ فرمان ردّ کرتا ہے:

﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط﴾[1]

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سب سے **اللّٰہ** جنّت کا وعدہ فرما چکا۔

اگر تمہاری یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ یہ آیات ان حضرات کو شامِل نہیں ہیں تو پھر یہ کن کے بارے میں نازِل ہوئی ہیں؟ **اللّٰہ رَبُّ الْعِزَّت** جَلَّ جَلَالُہٗ

(1)... (پ۲۷، الحدید: ۱۰)

نے ہمارے پیارے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مبعوث فرمایا؛ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں کو **اللہ تعالیٰ** کی طرف بلایا اور ان میں **23** سال تک قیام فرمایا (اس دوران) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قرآنِ پاک نازِل ہوتا؛ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر تِلاوت فرماتے اور شریعت واَحکامات کی تعلیم فرماتے حتّٰی کہ کثیر خلقِ خدا ایمان لے آئی اور جب **اللہ رَبُّ العُلٰی** عَزَّوَجَلَّ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وفات دی تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی؛ انہیں کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیات نازِل فرمائیں جن میں ان حضرات کی مدح وثنا ہے؛ یہ آیات اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ یہ حضرات سچے ہیں اوران کے لئے جنّت ہے۔

اسی طرح نبی رحمت، شفیعِ امّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کثیر احادیث بھی مروی ہیں وہ بھی ان آیات کی طرح تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے سچے اور جنّتی ہونے کی گواہی دیتی ہیں؛ ان میں سے کچھ احادیث تو تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو عام ہیں اور کچھ احادیث بعض حضرات کے ساتھ خاص ہیں جن میں ان حضرات کے نام بھی مذکور ہیں۔

اب کیا یہ (فضیلت والی) آیات تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی شان میں ہیں یا بعض کے ساتھ خاص ہیں؟ اگر تم کہو کہ یہ آیات بعض کے ساتھ خاص ہیں تو پھر

(سُوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ) وہ بعض حضرات کون ہیں؟ معلوم ہیں یا مجہول؟ کثیر ہیں یا قلیل؟ کیا ان میں خُلَفاءِ اَربعہ، بقیہ عشرۂ مبشرہ، اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَار مثلاً غزوۂ بدر، غزوۂ اُحُد اور بیعتِ رضوان والے صحابہ بھی شامِل ہیں یا نہیں؟

اگر تم کہو کہ یہ آیات تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو شامِل ہیں تو پھر تم پر واجِب ہے کہ انہیں ان تمام عُیُوب ونقائص والزامات سے مُنَزَّہ و مُبَرَّاء جانو جو تم ان کے بارے میں اعتقاد کرتے ہو؛ اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے درمیان جو بھی اِختِلاف واقِع ہوا ہے اس کی تاویل کرو اور اس کو اِجتِہاد اور طلبِ حق پر محمول کرو کہ ان میں جو مُصِیب (درستگی پر) ہے اس کے لئے دو اجر ہیں اور جو مُخطی (خطا پر) ہے اس کے لئے ایک اجر؛ جیسا کہ یہ خود نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے منقول ہے؛ (1) اور یہ عقیدہ رکھو کہ وہ تمام حضرات گمراہی پر مُتَّفِق نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی حُضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے منقول ہے۔

---

(1)......جیسا کہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث ہے: ((إِذَا حَكَمَ الحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ)) (صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب اجر الحاکم اذا اجتھد......، ج ۴، ص ۲۰۵۹، حدیث ۷۳۵۲، الطاف سنز لاہور) **ترجمہ:** جب حاکم فیصلہ کرے تو اِجتِہاد کرے اور صحیح کرے تو اس کو دو ثواب ہیں اور جب فیصلہ کرے اور اِجتِہاد کرے اور خطا کرے تو اس کو ایک ثواب ہے۔

اگر وہ ان باتوں کو تسلیم نہیں کرے گا تو وہ ان تمام آیات واحادیث کو جھٹلانے والا قرار پائے گا جن میں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعریف، ان کے سچے ہونے کی گواہی اور جنّتی ہونے کی خبر ہے۔

اگر وہ کہے کہ یہ آیات واحادیث ان میں سے بعض حضرات کی شان میں ہیں اور جو اَلسَّابِقُوْنَ تھے وہ فاسق یا مرتد ہو گئے تھے تو پھر ان بعض حضرات کے متعلق پوچھا جائے گا جن کی شان میں یہ آیات نازِل ہوئی ہیں کہ کیا وہ مشہور ہیں؟ کیا وہ اپنے اسماء اور القاب کے ساتھ مُعَیَّن ہیں؟ وہ کثیر ہیں یا قلیل؟ اور کیا ان میں خُلَفاءِ اَربَعَہ اور بقیہ عشرۂ مُبَشَّرہ، غزوۂ بدر، غزوۂ اُحُد اور بیعتِ رضوان والے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی شامل ہیں؟

اگر وہ جواب دے کہ یہ حضرات کثیر ہیں اور یہ مذکورہ حضرات بھی ان میں داخِل ہیں تو پھر اس پر لازِم ہے کہ ان کو (عُیُوب ونقائص والزامات سے) مُنَزَّہ و مُبَرَّاء جانے جیسا کہ ہم نے پیچھے ذکر کیا، ورنہ وہ ان آیات واحادیث کو جھٹلانے والا قرار پائے گا جن میں ان کی تعریف وثنا مذکور ہے۔

اگر وہ کہے کہ وہ حضرات (جن کی آیات واحادیث میں شان مذکور ہے) قلیل ہیں کہ صرف پانچ یا چھ ہیں؛ جیسا کہ رافضیوں کے ہاں مشہور ومعروف ہے تو اس سے پوچھا جائے گا کہ باقیوں کا کیا ہوا؟ اگر وہ کہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد وہ مرتد یا فاسق ہو گئے تو تم اس سے کہو کہ **اللہ** تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے اس

امّت کی شان میں فرمایا ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾[1]

ترجمۂ کنزالایمان: تم بہتر ہو ان سب امّتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

کوئی عقلمند شخص یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ ''لوگوں میں ظاہر ہونے والی اس بہترین امّت'' میں ان کے نبی صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم **23** برس تک ٹھہرے؛ (اس عرصہ میں) ان پر قرآنِ پاک پڑھتے اور احکامات تعلیم فرماتے رہے حتّٰی کہ ان کی تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچ گئی پھر جب ان کے نبی صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے وِصال فرمایا تو وہ اِسلام سے پھر کر مرتد ہو گئے اور پانچ یا چھ کے سوا کوئی اِسلام پر قائم نہ رہا''۔ (اگر واقعی ایسا ہے تو پھر) یہ حالت تو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ تمام امّتوں سے بہترین امّت ہونے کی بجائے سب سے خبیث امّت ہو۔

اللّٰہ جَلَّ شَانُهٗ نے اپنی پاک کِتاب قرآنِ پاک میں اور اس کے محبوب صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے کثیر احادیث میں عمومی وخصوصی طور پر اور کئی صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے نام لے کر ان کی تعریف وثنا بیان فرمائی ہے اور دیگر امّت کو انہیں گالی دینے، ان کی توہین وتنقیص کرنے اور ان کے ساتھ بُغض وعداوت رکھنے سے ڈرایا ہے۔

اگر واقعی ایسا ہے جیسا تم کہتے ہو تو پھر اس صورتِ حال میں سرکارِ عالی وقار

(1)...(پ۴، آل عمران:۱۱۰)

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے یہ تمام فرامین جھوٹے ہوں گے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جھوٹ و دیگر حرام کاموں اور ناپسندیدہ باتوں کے اِرتِکاب سے معصوم ہیں لہٰذا پانچ چھ کے عِلاوہ باقی سب صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے مرتد یا فاسِق ہونے کا حکم لگانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمان

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾[1]

ترجمۂ کنزالایمان: تم بہتر ہو ان سب امّتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

کو جھٹلانا ہے۔

اور نبی رحمت، شفیعِ امّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ((خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ))[2] **ترجمہ:** بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر جو اس سے ملا ہوا ہے پھر جو اس سے ملا ہوا ہے۔

کے ساتھ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی جو تعریف و ثنا بیان فرمائی ہے اس کو بھی جھٹلانا پایا جاتا ہے۔

اگر پھر بھی وہ اپنے عقیدے پر جما رہے اور ان باتوں میں غور و فکر نہ کرے

(1)... (پ۴، آل عمران: ۱۱۰)

(2)... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ج ۱، ص ۳۸۶، تحت الحدیث ۱۷۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت

وأخرجه البخاری بلفظ "خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ" [صحیح البخاری، کتاب اصحاب النبی، باب فضائل اصحاب النبی، ج ۲، ص ۹۸۹، حدیث ۳۶۵۱، الطاف اینڈ سنز لاہور]

تو اس کے ساتھ مُناظرہ جاری نہیں رکھنا چاہئے بلکہ ایسا شخص تو بات کرنے کے بھی لائق نہیں کیونکہ وہ بے وقوف ہے؛ بلکہ مسلمان ہی نہیں ہے اور عادِل حکمران پر واجب ہے کہ وہ جس قدر اس کی توہین کر کے اِنتِقام لے سکتا ہے لے اگرچہ قتل ہی کر دے کیونکہ جو شخص سرکارِ عالی وقار، شافِعِ روزِ شمار، محبوبِ غفّار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب میں سے پانچ چھ کے سِوا باقی سب کو مرتد جانتا ہے وہ قتل کا ہی مستحق ہے کہ اس کے اس عقیدے سے شریعت کا باطِل ہونا لازِم آتا ہے کیونکہ شریعت ہم تک انہیں سے منقول ہو کر پہنچی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کا مُعامَلہ ہے؛ وہ بھی ہم تک انہیں کے واسطے سے پہنچا ہے۔

نیز (اس کے اس من گھڑت عقیدے سے) ان آیات واحادیث کی تکذیب بھی لازِم آتی ہے جو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعریف وثنا میں آئی ہیں؛ اگر اس طرح کا شخص بھی قتل کا مستحق نہیں ہوگا تو کون ہوگا؟

بہرحال جب وہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعریف وثنا میں وارِد ہونے والی احادیث کے حق ہونے کا اِعتِراف کر لے اور اس بات کو بھی مان لے کہ یہ احادیث تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بارے میں ہیں یا ان میں سے اکثر کے بارے میں ہیں اور ان میں خُلَفاءِ اَربَعہ، بقیہ عشرۂ مُبَشَّرہ، غزوۂ بدر، غزوۂ اُحُد اور بیعتِ رضوان والے صحابہ بھی شامِل ہیں تو پھر اس پر لازِم ہے کہ انہیں ان تمام عُیُوب سے پاک جانے جو رافضی ان کو لگاتے ہیں۔

صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی باہمی فضیلت میں مُناظَرہ

اب بحث ومُناظرہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی باہمی فضیلت اور خلافت کے مستحق ہونے میں رہ گیا۔ اس مُناظرے میں بھی یہ بات ضروری ہے کہ دونوں مُناظِر ایک اصل پر اِتّفاق کرلیں تاکہ بوقتِ اِختِلاف اس کی طرف رُجوع کرسکیں مثلاً قرآنِ پاک، صحیح احادیث، اِجماع یا قیاس (وغیرہ)۔

صحیح احادیث سے مراد وہ احادیث ہیں جن کو ایسے ثقہ ائمہ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے کہ جن کی شہرت مشرِق ومغرِب میں امّت کے مابین پھیلی ہوئی ہے؛ ان کے علم ومعرفت اور اتقان کی گواہی دی جاتی ہے؛ انہوں نے تحصیلِ حدیث اور اس کی تدوین میں اپنی عمریں گزار دی ہیں اور اس کی تحصیل کے لئے مشرِق ومغرِب کا سفر اِختِیار کر کے صحیح، ضعیف اور موضوع رِوایات کی پہچان حاصِل کی ہے اور احادیث کے راویوں کی پہچان حاصِل کر کے ثقہ ومقبولُ الرِّوایۃ اور غیرِ ثقہ وغیرِ مقبولُ الرِّوایۃ میں فرق کیا ہے۔

یہ سب چیزیں تاریخ، سیرت اور طَبَقاتِ عُلَماء کی کِتابوں میں شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہیں بلکہ ائمہ حدیث نے طَبَقہ بعد طَبَقہ خاص ''اَسماءُ الرِّجال'' کے فن پر کِتابیں تالیف کی ہیں جن میں راویوں کی صِفات، ان کی تاریخِ وِلادت ووفات،

علم وفضل کے اِعتبار سے ان کے دَرَجات میں تفاوُت اور مقبولُ الرِّوایۃ اورغیرِ مقبولُ الرِّوایۃ (کی تفصیل) کو بیان فرمایا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اس کوشرح وبسط کے ساتھ اِنتہائی واضح فرمادیا ہے۔

مُناظَرے میں کونسی رِوایات قبول کی جائیں؟؟

مُناظَرہ میں صرف وہی رِوایت اور اسی راوی کا قول قبول کیا جائے جس کو ائمہ عارِفین نے قبول کیا ہے؛ نہ تو مجہول راوی کی رِوایت قبول کی جائے اور نہ ہی اس کی رِوایت قبول جائے جس پر ائمہ حدیث نے ضعف وعدمِ قبول کا حکم لگایا ہے؛ جرح وتعدیل کے سلسلے میں صرف ائمہ عارِفین کے قول کو ہی لیا جائے ان کے عِلاوہ وہ شخص جس کو احادیث کی معرفت حاصِل نہیں یا کسی نے بھی اس کو ائمہ حدیث میں سے ذکر نہیں کیا، نہ رِجالُ الحدیث کی کِتابوں میں اس کا تذکرہ ہے اور نہ ہی اس کے اوصاف بیان کئے ہیں تو ایسے شخص کا نہ تو اپنا قول قبول کیا جائے اور نہ اس کی رِوایت قبول کی جائے اور اس کے کسی رِوایت کو صحیح یا ضعیف قرار دینے پر بھی اِعتبار نہ کیا جائے نیز اس کی جرح وتعدیل بھی قبول نہ کی جائے۔

جب کسی شخص کے بارے میں شبہ پیدا ہوجائے تو ائمہ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی کِتابوں کی طرف رُجوع کیا جائے اگر ائمہ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس کے عادِل ہونے اور معرفت وضبطِ حدیث کا ذکر کیا ہو تو اس شخص تک سند کے صحیح ہونے کی صورت میں اس کی رِوایت قبول کی جائے اور اگر ائمہ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس

شخص میں مذکورہ صِفات نہ پائے جانے کا ذکر کیا ہو تو اس کی رِوایت قبول نہ کی جائے اسی طرح اگر ائمہ کرام نے سرے سے اس کا ذکر ہی نہیں کیا تو بھی اس کی رِوایت اور اس کا کسی رِوایت کو صحیح یا ضعیف قرار دینا اور اس کی جرح وتعدیل قبول نہ کی جائے۔

جب دونوں مُناظِر اس اصل پر بھی مُتَّفِق ہو جائیں گے تو اب ان کے درمیان مُناظَرہ ہو سکے گا کہ ہر مُناظِر اپنا دعویٰ ذکر کر کے اس پر قرآنِ پاک، احادیث، اِجماع اور قیاس سے دلیل قائم کرے جن کی اسانید ثقہ ائمہ اور ان کی مشہور تصانیف کی طرف ہو۔ اگر اس اصل پر اِتِّفاق نہیں ہوتا ہے تو مُناظَرہ نہیں ہو سکے گا۔

دلائل دینے کی ترتیب:

جب مُناظَرہ شروع ہو جائے تو سنی کو چاہئے کہ وہ اپنے مُخالِف پر دلیل وحجت قائم کرنے پر حریص ہو؛ سب سے پہلے ان آیاتِ قرآنیہ سے دلیل دے جو رافضی مُناظِر کو اس بات کا اعتِراف کرنے پر مجبور کر دے کہ رافضیوں کی طرف سے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور ان کے عادِل ہونے پر جو اعتِراض کئے جاتے ہیں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ان سے بَری ہیں؛ پھر اسی طرح کی احادیث کو دلائل میں ذکر کرے۔

احادیث کو پہلے ذکر نہ کرے کیونکہ کسی گمراہ سے بحث کے دوران آیاتِ قرآن کے ذریعے دلیل قائم کرنے سے پہلے احادیث کو ذکر کرنے کا کوئی فائدہ مند نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

پہلے سے کسی اصل پر اِتّفاق نہ ہونے کا نقصان:

اسی طرح بوقتِ اِختِلاف جس اصل کی طرف رُجوع کرنا ہے اگر اس کو پہلے سے مقرر نہ کیا جائے تو اس کا بھی کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ رافضی اپنے مقصد کے حُصُول کے لئے جن دلائل سے بھی دلیل پکڑتے ہیں عِنْدَ التَّحْقِیق وہ تمام کے تمام لاحاصِل اور مبنی بر وہم ہوتے ہیں نیز انہوں نے خود روایات گھڑی ہوئی ہیں اور ان جھوٹی و من گھڑت رِوایات کی نسبت حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم اور دیگر اہلِ بیت کی طرف کرتے ہیں حالانکہ عِنْدَ التَّحْقِیق ان میں سے کسی چیز کا ثبوت نہیں۔

بہر حال اہلسنت و جماعت کے پاس اپنے عقائد کی حقّانِیّت پر کثیر دلائل ہیں جو ثقہ ائمہ کی طرف منسوب ہیں اور بعض دلائل صحیح سندوں کے ساتھ خود حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم اور اہل بیت کے دیگر عُلَماء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی طرف بھی منسوب ہیں جن میں طعن کی بالکل گنجائش نہیں۔

اور ان گمراہ رافضیوں کے وہ شُبہات و دلائل جن سے وہ اپنے عقائد کے صحیح ہونے پر اِستِدلال کرتے ہیں ان کو ایسا جاہِل شخص ہی قبول کرسکتا ہے جو ان ائمہ کرام کی کِتابوں سے جاہِل ہے جن کی طرف بوقتِ اِختِلاف رُجوع کیا جاتا ہے اور

وہ شخص جو ان ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی کی تصانیف کی معرفت اور ان پر اِطّلاع رکھتا ہے وہ رافضیوں کے تمام دلائل کا کھوٹا ہونا خوب اچھی طرح سمجھتا ہے جس سے وہ مذہبِ اہلسنت کے خِلاف اِستِدلال کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ان پر خوب واضح و روشن دلائل و براہین قائم کرتا ہے۔ پس عقلمند شخص کو صورتِ مذکورہ کی تمہید سے پہلے ان کے ساتھ مُناظَرہ کرنے میں اپنے نفس کو نہیں تھکانا چاہئے۔

مُناظَرے کا ایک اور اُصول:

مُناظِر پر لازِم ہے کہ مُخالِف پر یہ بات مُقَرَّر کر دے کہ جب کسی آیت یا حدیث شریف کے معنٰی میں اِختِلاف واقع ہوگا تو آیت کی تفسیر اور حدیث کی شرح میں ان ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی کی تفاسیر وشروح کی طرف رُجوع کیا جائے گا جو علم، معرفت اور اتقان میں مشہور ہیں؛ ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی کے کلام کو جانے بغیر اپنی رائے سے کسی آیت کی تفسیر اور کسی حدیث شریف کی شرح نہیں کی جائے گی کیونکہ **آیات واحادیث کو ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی کے کلام سے سمجھے بغیر ان کے ظاہر سے اِستِدلال کرنا کفر کے اُصولوں میں سے ایک اُصول ہے** جیسا کہ کثیر ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی نے اس کی صراحت کی ہے ان میں سے امام سنوسی نے ''اُمُّ البَرَاهِین'' کی شرح میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔

لہٰذا کسی آیت و حدیث کی اپنی رائے سے تفسیر و شرح کرنا جائز نہیں اور نہ ہی ان کو ایسے معانی پر محمول کرنا جائز ہے جن کو باِعتماد ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے بیان نہیں فرمایا ہے، اس لئے ان تمام میں ائمہ مجتہدین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی سے نقل ہونا ضروری ہے جو قرآن مبین اور احادیثِ نبی امین صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے عارِف ہیں۔ پس ہمیں معتمد ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی سے نقل کئے بغیر یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ ”یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے“ کیونکہ ہم اِجتہاد اور اِستِنباط کے اہل نہیں۔

عُلَماء کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُم کے زمانے کے بعد مرتبۂ اِجتہاد ختم ہو گیا؛ ان کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں پایا گیا جس کے اندر اِجتہادِ مطلق کی صلاحیت ہو۔

مزید فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُنا امام محمد بن جریر طبری عَلَيْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْوَلِی نے مُجتَہِدِ مطلق ہونے کا دعویٰ کیا تھا؛ آپ رَحمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه چوتھی صدی کے عظیم اِمام تھے؛ اس کے باوُجود عُلَماءِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے ان کا مُجتَہِدِ مطلق کے مرتبے کو پہنچنا تسلیم نہیں کیا۔

امام طبری عَلَيْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْوَلِی عُلُوم میں سے کامل حصہ پانے والے، الفاظ اور ان کے مفاہیم کو اچھی طرح جاننے والے تھے؛ جب ایسے عظیم اِمام کی طرف

سے اِجتہادِ مطلق کا دعویٰ تسلیم نہیں کیا گیا تو دوسروں کا کیا حال ہوگا۔

ائمہ اربعہ کے مابعد زمانوں میں مرتبۂ اِجتہاد مفقود ہونے کی وجہ:

ائمہ اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم کے زمانے کے بعد مرتبۂ اِجتہاد مفقود ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بعد کا زمانہ عہدِ رِسالت سے بہت دور اور ائمہ اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم کے زمانوں کی نسبت علم کے اِعتِبار سے بہت کمزور ہے کیونکہ مُجتَہِد مطلق کی بہت ساری شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عُلُوم سے بھرپور، الفاظ اور ان کے مَفاہیم کا عارِف، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، مجمل و مُبَیَّن اور اس کی دیگر اَقسام کا علم رکھتا ہو۔

نیز وہ احادیث کی اَقسام مثلاً صحیح، حسن، ضعیف اور منسوخ وغیرہ کا عارِف ہو؛ مقبول وغیر مقبول راویوں کو پہچانتا ہو؛ صحابۂ کرام، تابعینِ عِظام اور بقیہ ائمہ مجتہدین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم کے اقوال پر بھی مُطَّلِع ہو اور انہوں نے آیات و احادیث پر جو تقریر فرمائی ہے اس کا بھی علم رکھتا ہو اس کے ساتھ ساتھ ان کے ماخذ، کیفیتِ اِستِنباط اور ان قواعِد کو بھی پہچانتا ہو جن پر انہوں نے ہر مسئلہ میں اپنے اقوال کی بِنا رکھی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اجتہاد کی بہت سی شرائط ہیں جن کو عُلَماءِ کِرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ذکر فرمایا ہے۔

اس زمانے میں کسی شخص کے اندر ان تمام شرائط کا پایا جانا قَتَاد (1) کے

---

(1)...... یہ ایک درخت ہے جس کے کانٹے سوئی کی مانند ہوتے ہیں؛ جس کام کو کڑی محنت ومشقت کے بغیر نہ کیا جا سکے اہلِ عرب اس کے لئے یہ کہتے تھے:.....

کانٹے ہاتھوں کے ساتھ صاف کرنے سے بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ ہمارے اوران کے درمیان طویل مدت کا فاصلہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ علم کی کمزوری اور جہالت کا غلبہ بھی ہے لہٰذا اس زمانے والوں کے لئے قرآنِ پاک کی کسی آیت یا حدیث شریف سے اِستِنباط واِجتہاد کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ان پر ائمہ دین رَحِمَهُمُ الله تَعَالٰی کے اقوال اِختِیار کرتے ہوئے احکامِ فقہیہ اورآیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ کی تفسیر کے مُعامَلے میں ان کے اقوال کی پیروی کرنا واجِب ہے۔

اگر ان ائمہ دین رَحِمَهُمُ الله تَعَالٰی کے اقوال منقول نہ ہوتے تو دین میں کجروی، گمراہی اور اِلحاد لازِم آتا کیونکہ بہت ساری آیات واحادیث اپنی مثل دیگر آیات واحادیث سے بظاہر مُعارِض (ایک دوسرے کے خِلاف) نظر آتی ہیں اور غیرِ مجتہد کے لئے کسی مجتہد سے نقل کئے بغیر ان پر مُطَّلِع ہونا ممکن نہیں کیونکہ ان میں سے بعض منسوخ ہیں، بعض مُخَصَّص ہیں، بعض مُجمَل ہیں اور بعض مُتَشابِہ وغیرہ؛ ان سب کو ائمہ مجتہدین رَحِمَهُمُ الله تَعَالٰی ہی جانتے ہیں اور ہم ائمہ مجتہدین رَحِمَهُمُ الله تَعَالٰی سے نقل کئے بغیر ان کو نہیں جان سکتے۔اسی وجہ سے ائمہ مجتہدین کے کلام کو جانے بغیر آیات واحادیث کے ظاہر سے اِستِدلال کفر کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے۔ بعض آیات واحادیث ائمہ مجتہدین رَحِمَهُمُ الله تَعَالٰی کے نزدیک کسی اور مَعانی پر محمول

''دُوْنَہٗ خَرطُ القَتَاد'' [شمس العلوم ودواء كلام العرب من الكلوم، باب الخاء والراء ومابعدهما، ج۳، ص ۱۷۷۱، دار الفکر بیروت] یعنی اس کام میں اتنی زیادہ مشقت ہے کہ قتاد کے کانٹوں کو ہاتھوں سے صاف کرنا بھی اس سے زیادہ آسان ہے۔

ہیں وہ ان پر ایسے دلائل وقرائن سے ظاہر ہوتے ہیں جو ہم پر مخفی ہیں لہٰذا ہمیں یہ جائز نہیں کہ اس سلسلے میں ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کے اقوال کی مُخالفت کریں۔

احادیث میں پایا جانے والا ظاہری تَعَارُض ائمہ مجتہدین کے کلام سے دور

اب ہم ایسی مِثالیں ذکر کرتے ہیں جن میں احادیث بظاہر ایک دوسرے سے مُعارِض (خِلاف) ہیں اور ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے ان کے تَعارُض کو دور کرتے ہوئے ہر ایک کو ایک صحیح معنٰی پر محمول کیا ہے، چُنانچہ

مِثال نمبر 1:

سرکارِ عالی وقار، مکے مدینے کے تاجدار، محبوبِ ربِّ غفّار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمان عظمت نشان ہے: ((عَلِيٌّ سَيِّدُ الْعَرَب))[1] **ترجمہ:** ''علی'' (كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم) عرب کا سردار ہے۔

اگر اس حدیث شریف کے ظاہری معنی مراد لیتے ہوئے اس کو عام رکھا جائے تو رافضی اس سے حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کے حضرتِ

(1)... [المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ج ۴، ص ۹۲، حدیث ۴۶۸۳، دارالمعرفہ بیروت]

وأخرجه الشيخ ابو الحسن احمد بن علی العسقلانی فی "لسان المیزان" بلفظ "يَا عَلِيُّ إِنَّكَ سَيِّدُ الْعَرَبِ" [لسان المیزان، حرف المیم، من اسمه المسیب، ج ۸، ص ۶۸، حدیث ۱۲۶۵۱، دارالبشائر الاسلامیة]

سیّدُ نا ابوبکر صدّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے افضل ہونے اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حضرت ابوبکر صِدّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پہلے خِلافت کے مستحق ہونے پر اِستدلال کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس ایسے بہت سے دلائل موجود ہیں جو حضرتِ سیّدُ ناصِدّیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حضرتِ سیّدُ ناعلیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے افضل ہونے اور ان سے پہلے خِلافت کے حقدار ہونے پر دلالت کرنے میں زیادہ صحیح اور زیادہ مضبوط ہیں۔

کثیر صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضرتِ سیّدُ ناصِدّیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ انبیاءِ کِرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سب سے افضل ہیں اور خِلافت کے بھی زیادہ حقدار ہیں؛ یہ سب ائمہ اہلسنت رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی کِتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

لہٰذا نبیِّ اکرم، شفیعِ معظّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ((عَلِیٌّ سَیِّدُ الْعَرَب)) **ترجمہ:** ''علی'' (کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم) عرب کا سردار ہے۔

کو اس کے عموم پر باقی رکھتے ہوئے ہر شے کو شامل کرنا درست نہیں ہے تا کہ یہ حدیث حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی افضلیت والی احادیث کے مُعارِض نہ ہو؛ اس لئے ائمہ کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس کا یہ معنٰی بیان فرمایا ہے کہ یہ سیادت (سردار ہونا) کسی مخصوص شے کے اندر ہے مثلاً نسب اور نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اِتّصال وغیرہ۔

مِثال نمبر 2:

نبی مختار، شہنشاہِ کون ومکان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ((سُدُّوْا کُلَّ خَوْخَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ اِلَّا خَوْخَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ))(1) **ترجمہ:** ابو بکر کے دروازے کے سوا مسجد میں نکلنے والے سب دروازے بند کر دو۔

ائمہ اہلسنت فرماتے ہیں: اس حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وِصالِ ظاہری کے بعد پہلے خلیفہ حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صِدّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی ہوں گے اسی لئے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے دروازے کو بند نہ کرتے ہوئے باقی رکھنے کا حکم فرمایا تاکہ ان کے لئے مسجد میں داخل ہو کر لوگوں کو نماز پڑھانے میں آسانی ہو کیونکہ جو خلیفہ ہوتا ہے وہی لوگوں کو نماز بھی پڑھاتا ہے اور رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب بھی کسی جماعت پر کوئی امیر مُقرَّر فرماتے تو اس کو امامت کا بھی حکم فرماتے۔

ائمہ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں: یہ حدیث شریف حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرمان ((سُدُّوْا کُلَّ بَابٍ فِی الْمَسْجِدِ اِلَّا بَابَ عَلِیٍّ))(2)

---

(1)... أخرجہ البخاری بلفظ: "سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ، غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ" [صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب الخوخۃ والممر فی المسجد، ج ۱، ص ۱۳۶، حدیث ۴۶۷، الطاف اینڈ سنز لاہور]

(2)... أخرجہ الحاکم بلفظ: "سُدُّوا هَذِهِ الْأَبْوَابَ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ" [مستدرک علی الصحیحین للحاکم، ج ۴، ص ۹۴، ۴۶۸۸، دار المعرفۃ بیروت]

ترجمہ: علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کے دروازے کے سوا مسجد میں نکلنے والا ہر دروازہ بند کردو۔

کے مُعارِض نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث شریف سند کے اِعتبار سے زیادہ صحیح ہے اور تَعارُض کی ایک شرط دونوں سندوں کا مساوی (یعنی برابر) ہونا بھی ہے۔

نیز سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسجدِ نبوی شریف زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں کھلنے والے دروازوں میں سے سیِّدُنا صِدِّیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دروازے کے عِلاوہ بقیہ تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم اس وقت فرمایا جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مرضِ وفات شریف میں سیِّدُنا صِدِّیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو لوگوں کی امامت کرنے کا حکم فرمایا تھا: ((مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاس))(1) **ترجمہ:** ابوبکر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دروازے والی حدیث شریف پہلے کی ہے۔ نیز حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کا گھر **سَیِّدُ الْمُرسَلِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حجرۂ مُبارَکہ سے ملا ہوا تھا اور اس کا مسجد کی طرف صرف یہی ایک راستہ تھا کہ اس کا دروازہ مسجد میں کھولا جائے اس کے برعکس حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صِدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر سے مسجد کی طرف ایک اور راستہ بھی تھا اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو (مسجد میں) دروازہ کھولنے کی کوئی حاجت

(1)... صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب حد المریض...، ج ۱، ص ۱۸۴، حدیث ۶۶۴، الطاف اینڈ سنز لاہور

درپیش نہیں تھی پھر بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مسجد میں دروازہ کھولنے کی اجازت صرف اس لئے دی گئی تا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بار بار مسجد میں آ کر لوگوں کو نماز پڑھانے میں آسانی ہو اور دوسرے راستے سے چل کر آنے کی مشقت نہ اٹھانی پڑے۔

یہاں اس طرح کی اور بھی کئی مِثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ان کے ذکر سے کلام طویل ہوجائے گا۔

ہر کسی کا اپنی رائے سے قرآنِ پاک سے استدلال کرنا کیسا؟

اگر قرآنِ پاک کو ائمہ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کے کلام سے سمجھے بغیر فقط اس کے ظاہر سے اِستِدلال کرنا جائز ہوتا تو کثیر آیات مُشتَبِہ ہوجاتی، مثلاً

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّکَ لَا تَھۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ﴾[1]

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف چاہو ہدایت کردو۔

جبکہ دوسری جگہ ارشادفرمایا: ﴿اِنَّکَ لَتَھۡدِیۡۤ اِلٰی صِرٰطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۙ﴾[2]

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

بظاہر ان دونوں آیات میں تعارُض نظر آتا ہے اور ائمہ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی

(1)...پ ٢٠، القصص: ٥٦۔

(2)...پ ٢٥، الشوری: ٥٢۔

کے فرامین سے یہ تعارُض ختم ہو جاتا ہے چُنانچہ ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالٰی کے فرمان ﴿اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ آپ ان کے دلوں میں ہدایت کو پیدا نہیں کر سکتے کیونکہ خالق (یعنی پیدا کرنے والا) صرف اللّٰہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن عَزَّوَجَلَّ ہے۔

اور دوسرے فرمان ﴿اِنَّکَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرٰطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝﴾ سے مراد ہے کہ آپ مخلوق کی اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کی طرف رہنمائی کرتے اور انہیں اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔

قرآن پاک میں اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں۔

لہٰذا ہمیں ائمہ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی کے کلام سے عدول کر کے اپنی رائے پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جو پھر بھی ایسا کرے گا وہ گمراہ اور ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگا۔

ائمہ اربعہ کی تقلید

لہٰذا جو شخص مُجتَہِد کے مرتبہ کو نہیں پہنچا اس پر ائمہ اربعہ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا واجِب ہے کہ ان کے مَذاہِب کے صحیح ہونے پر اُمّت کا اِجماع ہے؛ یہ ائمہ اربعہ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی مندرجہ ذیل ہیں:

﴿۱﴾...... حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت۔

﴿۲﴾......حضرت امام مالک بن انس۔

﴿۳﴾......حضرت امام شافعی محمد بن ادریس۔

﴿۴﴾......حضرت امام احمد بن حنبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم

یہ ائمہ اربعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم اور ان کے مُتَّبِعِین اہلسنت و جماعت کہلاتے ہیں اس کے عِلاوہ زمانۂ تابعین میں کثیر مَذاہِب تھے اور ان کے مُتَّبِعِین بھی کثیر تھے مثلاً مذہبِ اِمام اوزاعی، مذہبِ امام سفیان ثوری، مذہبِ امام سفیان بن عُیَیْنَہ، مذہبِ امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم۔ لیکن مُندرَجہ بالا چار مَذاہِب کے سِوا باقی سب مَذاہِب ختم ہو گئے اور اب ان مَذاہِب کے وہ قواعد بھی معلوم نہیں جن پر انہوں نے تمام مسائل کی بنیاد رکھی ہے اسی لئے اب ان کی تقلید جائز نہیں صرف مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے کسی کی تقلید کی جاسکتی ہے کیونکہ صرف یہی مذاہب مُدَوَّن ہیں اور ان کے قواعد کی بنیاد باقی ہے اور ان مَذاہِب کے صحیح ہونے پر اجماعِ امت منعقد ہے حالانکہ کسی گمراہی پر اجماعِ امت نہیں ہوسکتا کیونکہ نبی غیب دان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ((لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَال))[1] **ترجمہ:** میری امت

---

(1)... شرح صحیح البخاری لابن بطال، کتاب الصلوۃ، باب التعاون فی بناء المسجد...، ج ۲، ص ۹۹، مکتبۃ الرشد ریاض

وأخرجہ ابن ماجۃ بلفظ: "إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ" [سنن ابن ماجۃ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ص ۶۳۵، حدیث ۳۹۵۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت])

گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی۔

حُجِّیَّتِ اِجماع:

حضرتِ سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اجماع کے حجت ہونے پر اس آیت سے اِستِدلال کیا ہے:

﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۠﴾(1)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

نوٹ:

صرف اہلسنت و جماعت کا اجماع حجت ہے ان کے عِلاوہ جو بدعتی اور گمراہ فرقے ہیں ان کے اجماع کا کوئی اِعتِبار نہیں کیونکہ اہلسنت و جماعت ہی وہ گروہ ہے جو نبی اکرم، شفیعِ مُعَظَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے طریقے پر قائم ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوْب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

(1)... پ۵، النساء: ۱۱۵۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: ((سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً کُلُّھَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً))[1] **ترجمہ:** عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک کے سوا سب جہنّم میں جائیں گے۔

اور یہ ایک جنّتی فرقہ وہ ہے جو نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے طریقے پر قائم ہے۔

اگر تم غور کرو تو صرف اہلسنت و جماعت کو پاؤ گے جنہوں نے شریعت کی نصرت کی؛ اس کو مُدَوَّن کیا اور اس کی وضاحت و تحقیق کے سلسلے میں تفسیر، حدیث، فقہ، نحو اور دیگر بہت سارے عُلُومِ منقولہ ومعقولہ میں کِتابیں تصنیف کی ہیں جہاں تک ان کے عِلاوہ دوسرے فرقوں کا تَعَلُّق ہے تو انہوں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا؛ اگر ان کی کوئی تالیف پائی بھی جاتی ہے تو شاذ و نادر اور وہ بھی جھوٹ اور ایسی برائیوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں جو شریعت کو باطِل کرنے، اس کو چھوڑنے اور اس کے ناقِلین صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان وغیرہ پر طعن و تشنیع کا تقاضا کرتی ہیں۔

جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ((عَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ فَاِنَّمَا الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِیَۃَ))[2] **ترجمہ:** تم پر سوادِ اعظم کے ساتھ

---

(1)... أخرجه ابو داؤد بلفظ "وَإِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ: ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ" [سنن ابو داؤد، كتاب السنة، باب شرح السنة، ص ۷۲۵، حديث ۴۵۹۷، دار الكتب العلمية بيروت]

(2)... أخرجه العجلونی بلفظ: "فَإِنَّمَا يَأْخُذُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ وَالْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَّالْفُرْقَةُ عَذَابٌ" [كشف الخفاء ومزيل الالباس، ج ۲، ص ۳۲، الرقم ۱۶۳۹، دار الكتب العلمية بيروت]

وابستہ رہنا لازِم ہے کہ بھیڑیا ریوڑ سے دور ہونے والی بکری کو کھا جاتا ہے۔

سوادِ اعظم بڑی جماعت کو کہتے ہیں اور بڑی جماعت صرف اہلسنت وجماعت ہے لہٰذا تمہیں ان سے جدائی اِختِیار کرنے سے بچنا چاہئے کہ اگر تم ان سے جدا ہوئے تو ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

مجتہدین کی اقسام

عُلَماءِ کرام رَحِمَہُمُ اللهُ تَعَالٰی نے مُجتَہِدین کی تین اَقسام بیان فرمائی ہیں:

﴿۱﴾......مُجتَہِد فِی الشَّرع (اس کو مُجتَہِد مطلق مستقل بھی کہتے ہیں۔)

﴿۲﴾......مُجتَہِد فِی الْمَذْہَب (اس کو مُجتَہِد مطلق غیرِ مستقل بھی کہتے ہیں۔)

﴿۳﴾......مُجتَہِد فتوٰی

مُجتَہِد فِی الشَّرع کی تعریف:

مُجتَہِد فِی الشَّرع (مجتہد مطلق مستقل) وہ ہوتا ہے جس کے اندر ہر مسئلہ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاسِ صحیح سے اِستِنباط کرنے کا مَلَکہ و اہلیت ہو جیسے ائمہ اربعہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُم۔

مُجتَہِد فِی الْمَذْہَب کی تعریف:

مُجتَہِد فِی الْمَذْہَب (مجتہدِ مطلق غیرِ مستقل) وہ ہوتا ہے جس کے اندر اپنے

امام کے بیان کردہ قواعِد وضوابط سے مسائل کا اِستِنباط کرنے کا مَلکہ وہ اہلیت ہو؛ جب اس کو کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہوتا ہے جس میں اس کے امام کا کوئی واضح قول موجود نہیں ہے تو وہ اپنے مذہب کے قواعد وضوابط سے اس مسئلہ کا اِستِنباط کر لیتا ہے اور بعض مسائل قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے اِستِنباط کرنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے لیکن ہر ہر مسئلہ کا اِستِنباط نہیں کرسکتا۔

یہ ائمہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم کے اصحاب ہیں جیسے امامِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے اصحاب امام ابو یوسف اور امام محمد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا ہیں اور امام شافعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے اصحاب امام مزنی اور امام ربیع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا ہیں؛ اسی طرح بقیہ ائمہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم کے بھی اصحاب ہیں۔

اگر یہ حضرات ہر ہر مسئلہ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے اِستِنباط کرنے کی صلاحیت رکھتے تو مُجۡتَہِدۡ فِی الشَّرۡع (مجتہدِ مطلق مستقل) ہوتے اور اپنے ائمہ کی تقلید نہ کرتے۔

مُجۡتَہِدۡ فِی الشَّرۡع (مجتہدِ مطلق مستقل) اور مُجۡتَہِدۡ فِی الۡمَذۡھَب (مجتہدِ مطلق غیرِ مستقل) کے درمیان یہی فرق ہے۔

مُجۡتَہِدِ فتوٰی کی تعریف:

مُجۡتَہِدِ فتوی کو اصحابِ ترجیح بھی کہا جاتا ہے؛ یہ حضرات ائمہ مذاہب کے مختلف اقوال میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں؛ یہ علم ومعرفت میں کامل

ہوتے ہیں لیکن مُجتَہِدْ فِی الْمَذْہَب کے مرتبہ تک ان کی رسائی نہیں ہوتی۔

مُجتَہِدِ فتوی بہت سے ہیں جیسے مذہبِ شافعی میں امام رافعی، امام نَوَوِی، امام ابنِ حجر اور امام رملی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم۔

جو شخص مُجتَہِدِ فتوی کے مرتبہ کو نہ پہنچا ہو اسے ترجیح دینا جائز نہیں ہوتا بلکہ اس کو صرف ان کے اقوال نقل کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

دعویٔ اِجتہاد کرنے والے پر تَعَجُّب:

ہمارے شیخ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس شخص پر بہت تَعَجُّب فرماتے جو اس زمانے میں مُجتَہِد ہونے اور کِتاب وسنّت سے اِستِنباط کا دعویٰ کرتا؛ اس کے بارے میں حضرتِ شیخ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: اسے اس کے جہلِ مرکب نے اس کام پر اُکسایا ہے کیونکہ اس کے اندر مُجتَہِدِ فتوی کی بھی کوئی شرط نہیں پائی جاتی ہے تو مُجتَہِدْ فِی الْمَذْہَب اور اس سے بھی بڑھ کر مُجتَہِدْ فِی الشَّرع کی شرائط کہاں سے پائی جائیں گی۔

شیطان نے ان پر اس مُعامَلہ کو مُشتَبِہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ سوادِ اعظم سے جدا ہو کر فتنہ وفساد میں مبتلا ہو گئے حتّٰی کہ بعض مسائل میں تو ائمہ اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے اجماع کے بھی مُخالِف ہو جاتے ہیں اور جب انہیں قرآنِ پاک کی آیات اور احادیث نبویہ میں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو کُتُبِ تفسیر اور شُروحِ حدیث

کی طرف ہی رُجُوع کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ان ائمہ تفسیر وشارِحینِ حدیث کے اقوال کو لیتے اور ان کی تقلید کرتے ہیں جبکہ وہ جن ائمہ تفسیر اور شُرُوحِ حدیث کے مُصَنِّفِین کے اقوال لیتے اور ان کی تقلید کرتے ہیں وہ تمام کے تمام خود (ائمہ اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُم میں سے کسی نہ کسی کے) مُقلِّد ہیں؛ یہ لوگ ائمہ اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُم کی تقلید پر تو راضی نہیں ہوتے ہیں لیکن انہی کے بعض مُتَّبِعِین کی تقلید کر لیتے ہیں؛ یہ ان کی جہالت کی دلیل ہے اگر یہ لوگ علمی کِتابوں کا مُطالَعہ کرتے تو اپنی حقیقت جان جاتے۔

فَلَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

حکمرانوں کا فرض:

حکمرانوں پر واجِب ہے کہ وہ انہیں فتنہ وفساد برپا کرنے سے منع کریں اور ائمہ اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُم میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کر کے سوادِ اعظم میں داخِل ہونے کا حکم دیں۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے حکمرانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اگر کسی مُقلِّد کے دل میں شبہہ پیدا ہو جائے تو!!!

جب ائمہ اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُم کے مُقَلِّدِین میں سے کسی کے دل میں

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی شان میں طعن کرنے والے گمراہ لوگوں کے شُبہات میں سے کوئی شبہ پیدا ہو جائے اور تم اس سے مُناظرہ کرنے کا اِرادہ کرو تو اس پر پہلا اِلزام یہ کرو کہ ائمہ اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم جن میں تمہارا امام بھی ہے وہ سب صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا ان نقائص سے پاک ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے ایک دوسرے سے افضل ہونے میں اسی ترتیب کے قائل ہیں جو ان میں خِلافت کے اِعتِبار سے واقع ہوئی لہٰذا تم پر اپنے امام کی پیروی کرنا لازِم ہے جس کی تم تقلید کرتے ہو۔

اگر اس اِلزام سے کوئی فائدہ نہ ہو تو اس پر بھی قرآن وحدیث سے وہ دلائل قائم کرو جو گمراہ رافضیوں پر کئے ہیں۔

مُناظَرہ میں حاضِر دماغی:

جب کوئی سنی کسی بدعتی سے مُناظَرہ کر رہا ہو تو اس کو بعض چیزیں مدنظر رکھنی چاہیئے جو دوسری چیزوں سے زیادہ اہم ہیں اور وہ یہ ہیں کہ دورانِ مُناظَرہ اپنے دماغ کو حاضِر رکھے تاکہ اس سے مُخالِف پر اِلزام کر سکے مثلاً

صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی صحابیت

حضرتِ سیِّدُنا صِدّیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے صحابی ہونے کا اِنکار کرنا کُفر ہے کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا صحابی ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ

اللہ جَلَّ شَانُہٗ اِرشاد فرماتا ہے: ﴿اِذْ یَقُوْلُ لِصٰحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَاۚ﴾[1] **ترجمۂ کنزالایمان:** جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ (عَزَّوَجَلَّ) ہمارے ساتھ ہے۔

امتِ مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں ''صاحب'' (یار) سے مراد حضرت سیدنا صِدّیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی ہیں۔

سیدہ عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پاکدامنی

اسی طرح اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ عفیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پاکدامنی کا اِنکار بھی کفر ہے کیونکہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پاکدامنی کے بیان میں سورۂ نور کی دس آیات نازِل فرمائی ہیں لہٰذا جو کوئی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پاکدامنی کا اِنکار کرے کافِر ہے اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرف ایسی بات بھی منسوب کرنا جائز نہیں ہے جو ان کی شانِ رفیع میں نقص کا تقاضا کرتی ہو بلکہ ان سے محبت اور راضی ہونا واجِب ہے کیونکہ شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی تعریف کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: ((خُذُوْا شَطْرَ دِیْنِکُمْ عَنْہَا))[2] **ترجمہ:** اپنا نصف دین عائشہ (رَضِیَ اللہُ

---

(1)... پ۱۰، التوبہ: ۴۰۔

(2)... اخرجہ العلامۃ النبہانی رحمہ اللہ تعالی بلفظ "خُذُوْا شَطْرَ دِیْنِکُمْ عَنِ الْحُمَیْرَاءِ" [اسالیب البدیعۃ فی فضل الصحابہ واقناع الشیعۃ، القسم الثانی، فصل فی فضل شئون ام المؤمنین۔۔۔، ص۱۵۴، المطبعۃ المیمنۃ مصر]

تَعَالٰی عَنْہَا) سے حاصِل کرو۔

آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے **اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا نِکاح فرمایا ہے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا دنیا و آخرت میں رسول **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زوجہ ہیں۔

یہ تمام باتیں ایسی صحیح احادیث سے ثابت ہیں جن (کے صحیح ہونے) میں طعن نہیں کیا جا سکتا ہے لہٰذا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شانِ رفیع کو گھٹانے کے درپے ہونا نبی مُکرَّم، تاجدارِ عرب وعجم، شہنشاہِ اُمَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیث کو جھٹلانا ہے۔

جو کوئی **سیِّدہ عائشہ صِدِّیقہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پاکدامنی کے بیان میں نازِل ہونے والی آیات میں غور کرے اور ان کے معنی کی پہچان حاصِل کرے وہ جان لے گا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا صِدِّیقہ بنتِ صِدِّیق ہیں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بڑی قدر و منزلت ہے۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پاکدامنی کے بیان میں نازِل ہونے والی بعض آیات میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے: ﴿وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ

کَرِیْمٌ ۝﴾ [1] **ترجمۂ کنزالایمان:** اور ستھریاں ستھروں کے لئے اور ستھرے ستھریوں کے لئے وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں ان کے لئے بخشش اور عزّت کی روزی ہے۔

اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پاکدامنی پر تہمت لگانے والوں کو تہدید کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ یَوْمَىٕذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ۝﴾ [2] **ترجمۂ کنزالایمان:** وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان پارسا ایمان والیوں کو ان پر لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے جس دن ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھے۔ اس دن **اللہ** انہیں ان کی سچی سزا پوری دے گا اور جان لیں گے کہ **اللہ** ہی صریح حق ہے۔

کثیر مُفَسِّرِینِ کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی نے فرمایا ہے اور زمخشری نے بھی یہ کہا ہے کہ جس کسی نے بھی قرآن کریم میں غور و فکر اور تلاش و جستجو کی ہے اس نے کوئی ایسی آیت نہیں پائی جس میں اس تہدید کے مثل تہدید اور اس تخویف کے مثل تخویف ہو:

---

(1)... پ۱۸، النور: ۲۶۔

(2)... پ۱۸، النور: ۲۳-۲۵۔

یہ بات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا قدر ومنزلت کی بلندی اوران کی عظیم شان پر دلالت کرتی ہے؛ اورآپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی تعظیم درحقیقت سرکارِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم ہے۔

خلفاء اربعہ کی فضیلت بحسبِ خلافت

معلوم ہونا چاہئے کہ خُلَفاءِ اربعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی باہم فضیلت ان کی خِلافت کی ترتیب کے مُطابق ہونے کے سلسلے میں جیسا کہ اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے، قرآن وحدیث سے کئی دلائل ہیں اور یہ دلائل صحیح ،متواتر اور خود حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور دیگر اکابِر عُلَماءِ اہل بیت سے ثابت ہیں اوران کوحضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے اصحاب میں سے ایک جمِّ غفیر نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیاہے اوروہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدنا علی المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اپنے زمانۂ خِلافت کے دوران کوفہ میں منبر پرخطبہ دیتے ہوئے فرماتے تھے:''رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعدسب سے افضل ابوبکر وعمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہما) ہیں''۔

یہ تمام باتیں ائمہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ

مذکور ہیں؛ان کا انکار کرنا محض انکار اور مُکابرہ ہے۔

پھر جب مُخالِف مُناظِر اس کی وضاحت طلب کرے تو سنی اس کی وضاحت اس سے کرے جو ائمہ کرام کی کتابوں میں مذکور ہے۔

سیِّدنا صِدِّیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا حق خِلافت پہلے ہونا:

اس مسئلہ میں بھی اہلسنت و جماعت کے پاس قرآن واحادیث کے بہت سے دلائل ہیں جن میں سے بعض تو صریح ہیں اور بعض میں اس کو اشارۃً بیان کیا گیا ہے بلکہ خود حضرت **سیِّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا** کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے حضرتِ سیِّدنا ابوبکر، سیِّدنا عمر فاروق اور سیِّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی خِلافت کے حق ہونے کا اِعتراف ثابت ہے اوراس فرمان کو حضرت **سیِّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا** کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے اصحاب کی ایک بڑی جماعت سے نقل کیا گیا ہے حتّٰی کہ یہ متواتر کے درجے کو پہنچ گیا ہے لہٰذا اس کا اِنکار کرنا محض عِناد اور مُکابرہ ہے۔ جب مُخالِف مُناظِر اس کی وضاحت طلب کرے تو سنی اس کی وضاحت اس سے کرے جو ائمہ کرام کی کتابوں میں مذکور ہے۔

تقیہ!!!

رافضی تقیہ کو حضرت **سیِّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا** کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی منسوب کرتے ہیں جبکہ وہ اس سے بَری ہیں لہٰذا رافضیوں کے اس جھوٹ کو باطِل

ثابت کرنے کے لئے سنی پر لازِم ہے کہ وہ اس کے خِلاف دلیل و برہان قائم کرے کیونکہ حضرتِ سیِّدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی طرف تقیہ کی نسبت کرنے سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف ذلّت و بزدلی کی نسبت لازِم آتی ہے؛ بلکہ تمام بنی ہاشم کی طرف ذلّت و بزدلی کی نسبت لازِم آتی ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں، کیونکہ حضرت **سیِّدنا علیُّ المرتضٰی شیرِ خدا** کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ان کے مُقابلے میں وہ طاقت وقوّت رکھتے تھے کہ اگر آپ خُلَفاءِ ثلاثہ کے زمانے سے پہلے خِلافت کا اِرادہ کرتے یا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس اس بارے میں کوئی نص ہوتی یا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے آپ کو ان سے زیادہ خِلافت کا حقدار جانتے تو اس سلسلے میں ضرور ان سے جھگڑا کرتے اور آپ ایسے لوگوں کو پاتے جو اس سلسلے میں آپ کے ساتھ کھڑے ہوتے اور آپ کی مدد کرتے لیکن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس مُعاملے میں حق کو پہچان کر اس کو تسلیم کر لیا جیسا کہ کئی صَحِیۡحُ السَّنَد احادیث میں اس کا واضح بیان موجود ہے؛ اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خلافت کو تقیہ (یعنی ڈر) کے باعِث ترک نہیں کیا تھا جیسا کہ مُخالفین کہتے ہیں۔

نیز اگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس اس بارے میں کوئی نص ہوتی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسے چھپاتے نہیں بلکہ ظاہر فرماتے؛ پھر جب خُلَفاءِ ثلاثہ کا زمانۂ خِلافت گزر گیا اور آپ کا حقِ خِلافت آ گیا اور انہوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

سے جھگڑا کیا جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مثل نہیں ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے جنگ ولڑائی کی اور تقیۃً اس کو ترک نہیں فرمایا لہٰذا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف تقیہ کی نسبت کرنے میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تحقیر اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ذلیل کرنا ہے۔ **مَعَاذَ اللّٰہِ** عَزَّوَجَلَّ

اگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف تقیہ کی نسبت کرنا صحیح ہو تو پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے کسی کلام پر بھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا ہے کیوں (اس صورت میں) کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جو کچھ بھی کہا یا کیا اس میں تقیہ کا اِحتمال رہے گا۔

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف تقیہ کی نسبت:

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ روافِض کو رسوا کرے کہ انہوں نے رسولِ انور، صاحبِ کوثر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جرأت کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف بھی تقیہ کی نسبت کر دی کہ حضرتِ ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خلافت کے حق ہونے کے سلسلے میں ان پر جو واضح دلائل قائم کئے جاتے ہیں، ان میں یہ حدیث پاک بھی ہے: ((مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاس))[1] **ترجمہ:** ابوبکر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔

(1) . . . صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب حد المریض . . .، ج ۱، ص ۱۸۴، حدیث ۶۶۴، الطاف اینڈ سنز لاہور

اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ لوگوں کو نماز (ان کا) امیر ہی پڑھاتا ہے لہٰذا اس حدیثِ پاک سے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سمجھ گئے کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد خلیفہ حضرتِ ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں اور یہ حدیث شریف مستفاض ومتواتر بھی ہے جس کا اِنکار نہیں کیا جا سکتا اور کثیر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے کئی صحیح سندوں سے اس کو رِوایت کیا ہے؛ ان میں حضرتِ علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی شامل ہیں۔

اس پر رافضی کہتے ہیں کہ حُضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تقیۃً ایسا کہا تھا۔

﴿قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ﴾[1] **ترجمۂ کنزالایمان:** اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

صِدّیقِ اکبر حضرتِ سیِّدنا ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سب سے پہلے خِلافت کے حقدار ہونے پر اہلسنت کے پاس بہت سے دلائل ہیں؛ اگر مان بھی لیا جائے کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اِمامت کا حکم دینے کے عِلاوہ اور کوئی دلیل نہیں پائی جاتی تو یہی کافی ہے اور یہ کیوں کافی نہ ہوتی حالانکہ سیِّدنا صدّیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خِلافت کے صحیح ہونے پر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اجماع واقع ہے اور یہ امت گمراہی پر کبھی جمع نہیں ہوسکتی ہے جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہٌ عن العیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

(1)...پ۱۰، التوبہ: ۳۰۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے۔

اور حضرتِ سیّدنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے بھی واضح طور پر صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ سب لوگ حضرتِ سیّدنا ابوبکر صدّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیعت میں داخل ہوگئے اور کوئی بھی پیچھے نہ رہا لہٰذا سیّدنا صدّیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خِلافت کے صحیح نہ ہونے کے قول سے تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا خطا پر ہونا اور اس امت کا گمراہی پر جمع ہونا لازِم آتا ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

نیز اس قول سے بہت ساری احادیث اور رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت کے گمراہی پر جمع نہ ہونے والے فرمان میں بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تکذیب لازِم آتی ہے پھر مزید قرآن پاک کو جھٹلانا بھی لازِم آتا ہے کیونکہ قرآن پاک نے ان کے سچے ہونے کی گواہی دی ہے، چُنانچِہ ربّ تعالٰی کا فرمان ہے: ﴿اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾[1] **ترجمۂ کنزالایمان:** وہی سچے ہیں۔

مزید صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے جنت کے حقدار ہونے کی خبر میں بھی قرآن پاک کو جھٹلانا لازِم آتا ہے؛ اس کے عِلاوہ اور بھی بہت سارے محذورات ماننے پڑتے ہیں جو ان گمراہوں کے قول سے لازم آتے ہیں۔

پھر اس سے شریعت کا باطِل ہونا بھی لازِم آتا ہے کیونکہ شریعت بقیہ امت تک صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے واسطے سے ہی پہنچی ہے بلکہ قرآنِ پاک کے

(1)... پ۲۶، الحجرات: ۱۵۔

صحیح ہونے میں بھی شک لازم آئے گا کیونکہ قرآنِ پاک بھی ہم تک انہیں کے واسطے سے پہنچا ہے۔

خلاصۂ کلام

یہ ہے کہ بدعتیوں کے تمام مذاہب گمراہی وخیالاتِ واہیہ ہیں؛ علّامہ ابن اثیر عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْمَجِید نے اپنی تاریخ "اَلْکَامِل" میں "دَوْلَۃُ الْعبیدیین" کا ذکر کرتے وقت فرمایا ہے: "بدعتیوں نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر طعن کرنے کے ذریعے پوری شریعتِ مُطَہَّرہ پر طعن کرنے کا ارادہ کیا ہے کیونکہ شریعتِ مُطَہَّرہ ہم تک انہیں کے واسطے سے پہنچی ہے"۔

بہرحال مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت ہی وہ حق مذہب ہے جس پر نبیِّ اکرم، شفیعِ مُعظَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم تھے؛ اس میں نہ تو اِفراط ہے اور نہ تفریط؛ نہ کسی صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان میں طعن کیا جاتا ہے اور نہ ہی قرآن وحدیث میں سے کسی چیز کو جھٹلایا جاتا ہے لہٰذا بدعتیوں کے مذہب کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس پر یہ آیت صادق آتی ہے: ﴿مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ﴾[1]

ترجمۂ کنزالایمان: گوبر اور خون کے بیچ میں سے "خالص دودھ" گلے سے سہل اترتا پینے والے کے لئے۔

(1)...پ ۱۴، النحل: ۶۶۔

اہلِ علم و معرفت میں سے کوئی شخص اگر اہلسنت و جماعت اور ان کے علاوہ دوسرے بدعتیوں کے دلائل میں غور کرے؛ اگر اللہ تعالٰی نے اس کے دل کو مُنَوَّر کیا اور اس کی بصیرت زائل نہ ہوئی ہو تو وہ اس کی حقیقت جان لے گا۔ اور جو کتب احادیث میں غور کرتے ہوئے مکّی مدنی سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت سے وفات شریف تک کی سیرت میں غور کرے تو وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں شَیْخَیْن کا مرتبہ جان لے گا کہ یہ دونوں حضرات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں بہت بلند درجات پر فائز ہیں کیونکہ حُضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کو اپنے قریب رکھتے، ان سے مشورے طلب فرماتے تھے اور یہ دونوں حضرات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں ہی فیصلے کرتے اور فتوے دیا کرتے تھے اور بعض اُمور میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف رُجوع کیا کرتے۔

بعض دفع ایسے ہوتا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی کام کو کرنے یا اس کا حکم دینے کا اِرادہ فرماتے اور یہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اس کے خِلاف رائے رکھتے تو یہ بار بار حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف رُجوع کرتے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے قول کی طرف رُجوع فرما لیتے تھے؛ اگر یہ حق نہ ہوتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ان کی طرف رُجوع کرتے ہوئے ہرگز ان کی مُوافَقت نہ فرماتے وگرنہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خطا کرنے والے اور پھر اس پر قائم رہنے والے قرار پاتے حالانکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس بات سے معصوم ہیں۔

اللہ تعالیٰ رافضیوں کا برا کرے کہ جب ان پر اس طرح کی کوئی دلیل قائم کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک کی رائے سے مُوافَقت صرف تقیہ کرتے ہوئے کی ہے۔ ﴿قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ﴾[1] **ترجمۂ کنزالایمان:** اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

تقیہ کے قول سے تو یہ لازم آتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اقوال و افعال میں سے کسی پر بھی بھروسہ نہ کیا جائے کیونکہ اس صورت میں ان رافضیوں کے قول کی بنیاد پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام اقوال میں تقیہ کا اِحتمال ہوگا اور اس سے شریعتِ مُطَھَّرہ و احکام کا باطِل ہونا لازِم آئے گا۔

ایک اِعتراض اور اس کا جواب:

یہ نہ کہا جائے کہ شیخین یا ان میں کسی ایک کا بعض اُمور میں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں مُراجَعت کرنا بے ادبی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی مُخالَفت ہے کیونکہ یہ دونوں حضرات اس سلسلے میں سرکارِ

---

(1)...پ۱۰، التوبہ: ۳۰۔

اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رِضا وخوشنودی ورغبت کو اچھی طرح جانتے تھے اور یہ اسی وجہ سے تھا کہ بارگاہِ رِسالت میں ان دونوں کا مرتبہ بہت بڑا تھا۔

حضرتِ سیّدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رائے کی مُوافقت میں تو قرآنِ پاک کی بھی بہت سی آیات نازِل ہوئی ہیں اور بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حضرتِ فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رائے کی مُخالفت کرنے پر اللہ تعالٰی نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر عِتاب فرمایا جیسا کہ ائمہ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کی کِتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

راہِ خدا میں تکالیف اٹھانا:

جب اللہ تعالٰی نے **خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مبعوث فرمایا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نصرت کے لئے سب سے بڑھ کر حضرتِ سیّدنا صِدّیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھڑے ہوئے؛ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے **ربّ** عَزَّوَجَلَّ کے پیغام کی تبلیغ میں حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدد کرتے؛ لوگوں کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دین میں داخِل ہونے کی دعوت دیتے اور جو کوئی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوتا سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کو دور کرتے؛ اس کے باعِث آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قریش طرف سے بہت زیادہ تکلیفیں اٹھائیں جیسا کہ

سیرت کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔

سیّدنا فاروقِ اعظم کے قبولِ اسلام کے موقع پر آیت کا نُزول:

اسی طرح حضرتِ سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی بعثت کے چھٹے سال اِسلام لانے کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نصرت کے لئے سب سے بڑھ کر کھڑے ہوئے؛ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کفارِ قریش پر سب لوگوں سے زیادہ سخت تھے اگرچہ اسلام قبول کرنے سے پہلے مسلمانوں پر بہت شدت کرتے تھے لیکن اسلام لانے کے بعد کفار پر تمام لوگوں سے زیادہ شدت فرماتے تھے حتّٰی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اسلام لانے کے موقع پر اللہ تعالٰی نے یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل فرمائی: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾[1] **ترجمۂ کنزالایمان:** اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی! **اللہ** تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔

یعنی جو اسلام لے آئے ہیں وہ تمہیں کافی ہیں لہٰذا دوسروں کا اسلام لانے میں تاخیر کی پرواہ نہ کرو۔

حضرتِ سیّدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اسلام قبول کرنے کے موقعہ پر اس آیت کا نُزول آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے گویا کہ اس آیت کا مقصودِ اوّلین آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی ہیں۔

(1)...پ۱۰، الانفال: ۶۴۔

حضرت سیِّدنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے: ''جب سے **حضرتِ سیِّدنا عمرِ فاروقِ اعظم** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے **اِسلام قبول کیا تب سے ہم ہمیشہ مُعَزَّز رہے''۔**

سلطانِ بحر و بر، محبوب ربِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت کے اِبتدائی ایام میں حضرتِ سیِّدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس چھوٹے بچے تھے اگرچہ بڑے ہونے کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف سے اسلام کی اِعانت و نصرت منقول ہے۔

لیکن اِبتداءِ اسلام میں جبکہ مسلمانوں پر کفارِ قریش کا سخت دباؤ تھا اس وقت اسلام کو حاصِل ہونے والی مدد کے سلسلے میں یہ دونوں حضرات ممتاز ہیں؛ اسی طرح بقیہ عشرۂ مُبَشَّرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم بھی ہیں جو سَابِقِیْنُ الْاِسْلَام (یعنی اسلام لانے میں سبقت کرنے والے) ہیں۔

ایک مثال کے ذریعے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی فضیلت کا بیان:

اگر کسی دنیوی بادشاہ کی بادشاہت کے قائم کرنے اور اس کے دشمنوں پر غلبہ حاصِل کرنے کے سلسلے میں کچھ لوگ اس کی مدد کریں حتّٰی کہ اس کا حکم نافِذ ہو جائے اور اس کی مراد پوری ہو جائے تو وہ بادشاہ ان لوگوں سے محبت کرے گا اور ان کو اپنے بہت سے رشتہ داروں پر فضیلت دے گا لہٰذا وہ حضرات جو سب سے پہلے

اسلام قبول کرکے نبی مختار، شہنشاہ کون ومکان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نصرت کے لئے کھڑے ہوئے حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دین کو تمام دینوں پر غالب کردیا ان (کی فضیلت) کا کیا عالَم ہوگا۔

حقِّ قرابت اور حقِّ صحبت:

اللہ تعالیٰ رافضیوں کا برا کرے؛ انہوں نے صرف قرابت کو دیکھا اور ان اشیاء سے غافِل رہیں اور حضرتِ سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اس فرمان کو چھوڑ دیا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اِرشاد فرمایا: ((لَا یَجْتَمِعُ حُبِّیْ وَبُغْضُ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ فِیْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ))(1) **ترجمہ:** کسی مؤمن کے دل میں میری محبت اور ابوبکر وعمر (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما) کا بغض جمع نہیں ہوسکتے۔

اور ان آیات واحادیث کو بھی چھوڑ دیا جو شَیْخَیْن ودیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی فضیلت میں آئی ہیں جس کی وجہ سے یہ مُعامَلہ ان کو شریعت کے باطِل کرنے کی طرف لے گیا جو ہم تک انہیں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے واسطے سے پہنچی ہے۔

بہرحال اہلِ سنّت وجماعت نہ تو حقِ قرابت کو ضائع کرتے ہیں کہ ان کی فضیلت کا بھی اِعتراف کرتے ہیں اور نہ ہی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا حقِ صحبت اور ان کا دین کی مددو اِعانت کرنے کا حق ضائع کرتے ہیں؛ جب ان کے نزدیک ایسی آیات واحادیث ثابت ہوجاتی ہیں جو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعریف میں وارِد

(1)... المعجم الاوسط للطبرانی، باب العین، من اسمہ علی، ج۳، ص ۷۹، حدیث ۳۹۲۰، دار الفکر اردن۔

ہوئی ہیں تو وہ ہر حقدار کو اس کا حق دیتے ہیں اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے درمیان جو اِختِلافات واقع ہوئے ہیں ان کی تاویل کرتے؛ ان کو اِجتہاد و طلبِ حق پر محمول کرتے اور اس طرح کے دیگر اچھے اچھے اِحتمالات پر محمول کرتے ہوئے سب سے اچھی راہ پر چلتے ہیں کیونکہ اگر وہ ان میں سے کسی کے بارے میں بھی طعن کرتے ہیں تو یہ ان آیات واحادیث کی تکذیب ٹھہرے گی جو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعریف میں وارِد ہوئی ہیں اور شریعت کو چھوڑنا قرار پائے گا کیونکہ وہ ہم تک انہیں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے واسطے سے پہنچی ہیں لہٰذا اہلسنت و جماعت نے تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے عادِل ہونے کا حکم دیا اور ان سے مروی تمام آیات واحادیث کو قبول کیا۔

جھوٹے مُؤرِّخین کی جھوٹی رِوایات:

وہ جھوٹی رِوایات اور واقِعات جن کو گمراہوں اور جھوٹے مُؤَرِّخِین نے رِوایت کیا ہے ان کا کوئی اِعتبار نہیں ہے یہ سب گمراہ فرقوں کے اِختِلافات ہیں؛ وہ ان کے ذریعے مؤمنین کے سینوں میں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے کینہ پیدا کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ان جھوٹی رِوایات وواقعات کی طرف تَوَجُّہ نہ کی جائے کیونکہ یہ ان آیات واحادیث کی تکذیب کی طرف لے جائے گا جو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی شان میں واقع ہوئی ہیں؛ ہم صرف انہیں رِوایات کو قبول کرتے ہیں جو صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہیں اور ان کو ثقہ ائمہ نے رِوایت کیا ہے؛ اس کے ساتھ ساتھ ہم ان کی تاویل کرتے؛ ان کے لئے اچھے اچھے اِحتمالات تلاش کرتے اور ان کو اس

اِجتِہاد پر محمول کرتے ہیں کہ جس میں مُصِیب (درستگی پانے والے) کو دو اجر اور مُخْطِی (خطا کرنے والے) کو ایک اجر دیا جاتا ہے۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی باہمی فضیلت میں عقیدۂ اہلسنت:

اہلسنت و جماعت کے نزدیک صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا ایک دوسرے پر فضیلت رکھنے کا عقیدہ ہونے میں یہ بات لازِم ہے کہ افضل کی بنسبت مفضول میں نقص ہونے کا عقیدہ نہ ہو؛ اس طرف ہرگز تَوَجُّہ نہ کرے بلکہ ان کی باہم فضیلت میں یہ عقیدہ رکھے کہ ہر صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کمال وفضل کی اِنتہاء کو پہنچا ہوا ہے کیونکہ سرکارِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ رہنے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدد کرنے کے سبب ان پر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وہ انوار چمکے کہ اپنے بعد آنے والے ہر شخص سے افضل ہو گئے ہیں؛ ان میں سے کسی کا گھڑی بھر کے لئے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت میں رہنا دنیا و مافیہا (دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ان سب) سے بہتر ہے حتّٰی کہ یہ بات اس کے لئے بھی ثابت ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت میں رہا اگرچہ وہ چھوٹا ناسمجھ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

مؤمن کو کسی بھی صحابی کے حق میں نقص کا اِعتِقاد رکھنے سے بچنا چاہئے اور کثیر بدعتی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی شان میں جو سبّ وشتم کا اِرتِکاب کرتے ہیں

ان میں سے کسی شے کو بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر چسپاں کرنے سے ڈرنا چاہئے کیونکہ اس سے سبّ وشتم کرنے والے پر لعنت واجِب ہوجاتی ہے کہ حُضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ((فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ))[1] **ترجمہ:** جس نے انہیں گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

حالانکہ سبِّ صحابہ کے مُرتَکِبِیْن کو خود اس بات کا اِعتراف ہے کہ سبّ وشتم مامور بہ نہیں ہے نہ تو واجِب ہے اور نہ ہی مستحب اور اگر وہ سبّ وشتم کرنے کو ترک کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے ترک کے بارے میں بھی سُوال نہیں فرمائے گا۔

اگر سبّ وشتم کرنا اِطاعت اور مامور بہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ابلیس کو سبّ وشتم کرنے کا حکم دیتا جو مخلوق میں سب سے زیادہ بدبخت ہے اور فرعون، ہامان، قارون وغیرہ کفار کو سبّ وشتم کرنے کا حکم دیتا۔

اگر کوئی انسان عمر بھر ان میں سے کسی ایک پر بھی اور کبھی بھی لعنت نہ کرے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نہ تو اس کو عِقاب فرمائے گا اور نہ ہی سبّ وشتم ترک کرنے کے بارے میں اس سے سُوال فرمائے گا تو یہ گمراہ لوگ کس وجہ سے **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر لعنت کرنے کا اِرتِکاب کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدد کی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

(1)... المعجم الاوسط للطبرانی، باب الالف، من اسمه احمد، ج ۱، ص ۱۴۲، حدیث ۴۵۶، دار الفکر اردن۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شریعت کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امّت تک پہنچایا۔

حضرتِ علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مُناظَرہ:

مروی ہے کہ حضرتِ سیِّدنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے مُنکِروں سے مُناظَرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر وہی صحیح ہے جو تو کہتا ہے یعنی مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا تو میں اور تو دونوں نجات پاگئے اور اگر وہ صحیح ہے جو میں کہتا ہوں یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا تو میں تو نجات پاگیا لیکن تو نجات نہ پاسکا؛ دیکھو! میں تو ہر حالت میں نجات پانے والا ہوں اور تو محلِّ نظر ہے تو وہ مُناظِر اس کا جواب نہ دے سکا''۔

اسی طرح وہ بدعتی شخص جو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو سبّ وشتم کرنے کے درپے ہو اور جو ''سنّی'' منع کرنے والوں کی نسبت اس کو جائز سمجھتا ہو اس سے کہا جائے گا: اگر وہ صحیح ہے جو گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ سبّ وشتم کرنا جائز ہے تو ہم اور وہ دونوں نجات پاگئے کیونکہ ان کو بھی اس بات کا اِعتراف ہے کہ جو سبّ وشتم کو ترک کرے گا اس سے اس بارے میں کوئی سُوال نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر عِقاب ہوگا؛ اور اگر وہ صحیح ہے جو اہلِ سنّت کہتے ہیں کہ سبّ وشتم منع ہے تو اہلسنت نے نجات پائی اور اہلِ بدعت ہلاک ہوئے؛ دیکھو! اہلسنت ہر حالت میں نجات پانے والے ہیں اور اہلِ بدعت کو خطرہ ہے۔

یہ تمام فرض کرنے کے اور روافِض کو جدل ومُناظَرہ میں ڈھیل دینے کے

طور پر ہے ورنہ وہ تو قطعی طور پر ہلاک ہی ہیں کیونکہ وہ رحمتِ عالم، **نورِ مُجسّم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کو سبّ وشتم کرتے ہیں۔

اگر یہودیوں سے سُوال کرتے ہوئے کہا جائے کہ تمہارے نزدیک سب سے بہتر لوگ کون ہیں تو وہ جواب دیں گے: ''حضرتِ سیّدنا موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اصحاب''؛ اگر عیسائیوں سے سُوال کرتے ہوئے کہا جائے کہ تمہارے نزدیک سب سے بہتر کون ہے؟ تو وہ جواب دیں گے: حضرت سیدنا عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اصحاب؛ اور اگر صحابہ کے ساتھ بغض رکھنے والے فرقے سے پوچھا جائے کہ تمہارے نزدیک سب سے برے لوگ کون ہیں؟ تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے: ''محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب''۔

دعا:

ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے سُوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی محبت عطا فرمائے اور ہمیں اسی پر زندہ رکھے؛ اسی پر موت دے اور قیامت والے دن اسی پر اٹھائے نیز ان میں سے کسی ایک سے بھی بغض رکھنے، ان کی تنقیص کرنے یا ان کی برائی کے درپے ہونے سے ہماری حِفاظت فرمائے؛ بے شک وہ اس پر قادِر ہے اور قبول کرنے کے زیادہ لائق ہے۔ اور دُرود وسلام ہو سیّدنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آل واصحاب پر۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

كَيۡفِيَّةُ الۡمُنَاظَرَةِ مَعَ الشِّيۡعَةِ وَالرَّدُّ عَلَيۡهِمۡ

مؤلف:

شیخُ الۡاِسۡلَام وَالۡمُسۡلِمِیۡن سیّد احمد دحلان مکّی شافعی رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ

تخریج وتحشیہ

محمد حسام رضا رضوی المدنی

تَغَمَّدَہُ اللّٰہُ بِغُفۡرَانِہٖ

فهرس المحتويات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ وَسَلَّمَ اَجۡمَعِيۡن

أما بعد!

فهذه كلمات كنت سمعتها من شيخنا رحمه الله تعالى كان يذكرها ويكررها كثيرا في مجالس متفرقة ويقرر كثيرا منها في درسه نصحا للمسلمين وشفقة من أن يدخل عليهم بعض أهل الزيغ والبدع شيئا من الشبهات المخلة بعقيدة أهل السنة والجماعة لا سيما أنه كان يرى كثيرا من أهل البدع يأتون إلى مكة بقصد الحج ويختلط بهم كثير من أهل السنة فيلقون إليهم بعض الشبهات التي يستندون إليها في زيغهم وضلالهم، فكان الشيخ رحمه الله يحذر الناس كثيرا من مخالطة أهل البدع ويقرر لكثير من طلبة العلم كثيرا من الدلائل التي يستدل بها أهل السنة ويعلمهم كيفية البحث والمناظرة مع أهل البدع بالطرق العقلية والنقلية. ففي مدة إقامته بمكة ما كان أحد من المبتدعة يستطيع أن يظهر نفسه ولا أن يتكلم ظاهرا بشيء مما يضمره في نفسه خوفا من الشيخ رحمه الله

تعالى. وكذلك الذين يخالفون المذاهب الأربعة ويدعون الاجتهاد كانوا يخافون منه غاية الخوف. وكذلك طائفة الوهابية. فكان رحمه الله تعالى حجة على جميع المخالفين.

(لا بد من أصل يرجع إليه عند الاختلاف)

فكان رحمه الله تعالى يقول في كيفية مناظرة المخالفين لأهل السنة وإلزامهم الحجج العقلية والنقلية: لا يخفى على كل متناظرين في فن من الفنون أنه لا بد لهما من أصل يرجعان إليه عند الاختلاف يكون متفقا عليه عندهما. فإذا كانت المناظرة مثل بين حنفي وشافعي في مسئلة فقهية فإنهما يرجعان إلى الكتاب أو السنة أو الإجماع أو القياس، فمن أقام دليله منهما بواحد من هذه وعجز الآخر كانت الغلبة له أعني من أقام الدليل. وأما إذا لم يكن لهما أصل يرجعان إليه عند الاختلاف يكون متفقا عليه عندهما بأن كان كل منهما يرجع إلى أصل لا يقول به الآخر فلا تمكن المناظرة بينهما. فإذا كانت المناظرة بين سني وغيره من المبتدعة من أي طائفة كانت فلا بد أن يتفقا قبل المناظرة على أصل يرجعان إليه عند الاختلاف. فإن كان المبتدع لا يقول بالعمل بكتب أهل السنة ولا بقول الأئمة الأربعة وغيرهم من

المحدثين وغيرهم من أهل السنة فلا بد من أن السني يجتهد باللطف وحسن السياسة حتى يلزمه أولا بالإلزامات العقلية التي تلجئه إلى الإقرار والاعتراف بأصل يكون مرجعا عند الاختلاف كالقرآن العزيز. كأن يقول: هل تؤمن بأن ما بين دفتي المصحف كلام الله المترل على سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم المتعبد بتلاوته المتحدى بأقصر سورة منه؟ فإن أنكر ذلك أو شك فيه كفر؛ فلا يحتاج إلى المناظرة معه بل تجرى عليه أحكام الكافرين. وكذا إن أعتقد أن في القرآن تغييرا وتبديلا لأنه مكذب لقول الله تعالى:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ۝﴾(1)

---

(1)... پ۱۴، الحجر: ۹۔

قال صدر الافاضل، المفسر الشهير سيدنا الشيخ نعيم الدين مراد آبادى رحمه الله تعالى فى تفسير الآية: "اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْن" أى من تغيير وتبديل وزيادة ونقصان فان اجتمع الجن والانس وسائر الخلق لايقدرون على تغيير القرآن وزيادة ونقصان فى القرآن فى حرف واحد.

وان الله تعالى حافظ للقرآن فهذه الخصوصية للقرآن فقط لاتوجد لغيره وحفظ القرآن على وجوه: (۱) منها ان الله تعالى جعل القرآن معجزا بان لا يختلط كلام البشر معه (۲) منها انه محفوظ عن المعارضة بان لا يقدر احد علي مثله(۳) منها انه تعالي اعجز الخلق كلها عن اعدامه والكفار عاجز عن اعدامه بكمال العداوة.

[تفسیر خزائن العرفان، ص ۴۹۰، المكتبة المدينه للطباعة والنشر والتوزيع كراتشى باكستان]

(آيات أنزلها الله ثناء على الصحابة)

وإذا أقر واعترف وقال: أؤمن بأن ما بين دفتي المصحف كلام الله تعالى المنزل على سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم المتعبد بتلواته المتحدى بأقصر سورة منه؛ يتلو عليه أو يكتب له في ورقة بعض الآيات التي أنزلها الله تعالى ثناءً على الصحابة رضي الله عنهم كقوله تعالى في سورة الأنفال:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾[1]

وقوله تعالى في سورة التوبة:

﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوٰلِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝﴾[2]

وكقوله تعالى في سورة التوبة أيضا:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

---

(1)...پ۱۰، الانفال: ۶۴۔

(2)...پ۱۰، التوبہ: ۸۸۔

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○﴾(1)

وكقوله تعالى في سورة الفتح:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ○﴾(2)

وكقوله تعالى في سورة الفتح أيضا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○﴾(3)

---

(1)... پ ١١، التوبه: ١٠٠.

(2)... پ٢٦، الفتح: ١٨.

(3)... پ٢٦، الفتح: ٢٩.

وكقوله تعالى في سورة الحديد:

﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ﴾(1)

مع قوله تعالى في سورة الأنبياء:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝﴾(2)

ويتلو عليه أيضا قوله تعالى في سورة الحشر:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيٰرِهِمْ وَ اَمْوٰلِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾(3)

ثم بعد تلاوة هذه الآيات أو كتابتها في صحيفة يقول له السني : هذه الآيات من القرآن العزيز أنزلها الله تعالى مثنيا بها على أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وشاهدا لهم بأنهم صادقون ومخبرا بأن لهم الجنة، وقد أقررت بأنها آيات الله فيلزمك ترك

(1)...پ٢٧، الحديد:١٠۔

(2)...پ١٧، الانبياء:١٠١۔

(3)...پ٢٨، الحشر:٨۔

الطعن عليهم والقدح فيهم لأنك إن فعلت ذلك كنت مكذبا بما تضمنته هذه الآيات وتكذيب آيات الله كفر فما تقوله في ذلك؟

فإن قال إن هذه الآيات لا تشملهم؛ قلنا يدفع ذلك قوله تعالى:

﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط﴾[1]

وعلى فرض إرخاء العنان وتسليم أنها لا تشملهم، يُسئل عمن نزلت فيهم فإن النبي صلى الله عليه وسلم بعثه الله فدعا الناس إلى الله تعالى ومكث فيهم ثلاثا وعشرين سنة يترل عليه القرآن ويتلوه عليهم ويعلمهم الأحكام والشرائع فآمن به خلق كثير. ولما توفاه الله تعالى كان عددهم نحو مائة ألف وأربعة وعشرين ألفا وأنزل فيهم هذه الآيات، فيها مدحهم والثناء عليهم، وشهد لهم بأنهم صادقون وأن لهم الجنة. وكذلك جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم أحاديث كثيرة تشهد لهم بمثل ذلك بعض تلك الأحاديث عامة وبعضها خاصة بناس مذكورين فيها أسماؤهم. فهل هذه الآيات عامة لهم جميعا أو خاصة ببعضهم؟ فإن قلت إنها خاصة ببعضهم فمن ذلك البعض هل هو معلوم أو مجهول وهل هو كثير أو قليل وهل منهم الخلفاء الأربعة وبقية العشرة والسابقون

(1) ...پ۲۷، الحديد: ۱۰۔

الأولون من المهاجرين والأنصار كأهل بدر وأحد وبيعة الرضوان أم لا؟ فإن قال إنها عامة للجميع وجب عليه أن يعتقد نزاهتهم عما يعتقده فيهم ويؤول كلما وقع بينهم من الاختلاف ويحمله على الاجتهاد وطلب الحق وأن المصيب منهم له أجران والمخطئ له أجر واحد، [1] كما جاء ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم وأن يعتقد أنهم لا يجتمعون على ضلال كما ثبت ذلك أيضا عن النبي صلى الله عليه وسلم. فإن لم يفعل ذلك كله كان مكذبا بالآيات والأحاديث التي جاءت في الثناء عليهم والشهادة لهم بالصدق والإخبار بأن لهم الجنة.

وإن قال إن تلك الآيات والأحاديث في بعض منهم والسابقون فسقة أو مرتدون. يسئل عن هذا البعض الذين نزلت فيهم تلك الآيات هل هم معروفون معينون بأسمائهم وألقابهم أم لا، وهل هم كثيرون أم قليلون، وهل منهم الخلفاء الأربعة وبقية العشرة وأهل بدر وأحد وبيعة الرضوان أم لا.

(1)......كما أخرج البخارى فى صحيحه ((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ)) [صحيح البخارى، كتاب الاعتصام، باب اجر الحاكم اذا اجتهد...، ج ۴، ص ۲۰۵۹، حديث ۷۳۵۲، الطاف سنز لاہور]

فإن قال إنهم كثيرون وإن هؤلاء المذكورين داخلون فيهم لزمه أيضا أن يعتقد نزاهتهم إلى آخر ما تقدم وإلا كان مكذبا بالآيات والأحاديث التي جاءت في الثناء عليهم. وإن قال إنهم قليلون خمسة أو ستة كما اشتهر عند الرافضة؛ يسئل فيقال له ما فعل الباقون؟ فإن قال إنهم ارتدوا أو فسقوا بعد النبي صلى الله عليه وسلم؛ فقل له إن الله تعالى قال في حق هذه الأمة:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾[1]

فكيف يقول عاقل بأنهم خير أمة أخرجت للناس وقد مكث فيهم نبيهم ثلاثا وعشرين سنة يتلو عليهم القرآن ويعلمهم الأحكام. ثم يرتدون بعد وفاته وهم نحو مائة ألف وأربعة وعشرين ألفا ولم يبق منهم على الإسلام إلا خمسة أو ستة؛ فإن ذلك يقتضي أنهم أخبث أمة أخرجت للناس لا أنهم خير أمة أخرجت للناس. وقد أثنى الله عليهم في كتابه وكذا نبيه صلى الله عليه وسلم في أحاديث كثيرة عموما وخصوصا وسمى كثيرا منهم بأسمائهم وحذر الأمة من سبهم وتنقيصهم وبغضهم، فيكون ذلك كله كذبا منه صلى الله عليه وسلم وحاشاه من ذلك فإنه معصوم

(1)... پ۴، آل عمران: ۱۱۰۔

من الكذب وسائر المحرمات والمكروهات. فالحكم بارتدادهم أو فسقهم إلا نحو خمسة أو ستة منهم تكذيب لقول الله تعالى: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ وتكذيب لثناء النبي صلى الله عليه وسلم عليهم مع قوله صلى الله عليه وسلم: ((خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ))(1)

فإن صمم على اعتقاده ولم ينقد لهذا الإلزام فلا تجرى معه مناظرة بل لا ينبغي أن يخاطب لأنه غير عاقل بل غير مسلم. ويجب على كل حاكم عادل أن ينتقم منه بما يقدر عليه من الاهانة ولو بالقتل، فإن الذي يعتقد ارتداد أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم إلا نحو خمسة أو ستة يستحق القتل لأن ذلك يستلزم إبطاله للشريعة فإنها إنما نقلها إلينا عن النبي صلى الله عليه وسلم أصحابه، وكذلك القرآن إنما وصل إلينا من طريقهم. ويلزمه تكذيب الآيات والأحاديث التي جاءت في الثناء عليهم، وإذا لم يستحق مثل هذا القتل فمن الذي يستحقه.

---

(1) . . . مرقاة المفاتيح، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ج ۱، ص ۳۸٦، تحت الحديث ۱۷۸، دار الكتب العلمية بيروت

وأخرجه البخارى بلفظ "خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي" [صحيح البخارى، كتاب اصحاب النبى، باب فضائل اصحاب النبى، ج ۲، ص ۹۸۹، حديث ۳٦٥۱، الطاف اينڈ سنز لاہور]

وأما إذا اعترف بأن الآيات والأحاديث التي جاءت في الثناء عليهم حق وأنها فيهم جميعا أو في الأكثر منهم وأن منهم الخلفاء الأربعة وبقية العشرة وأهل بدر وأحد وبيعة الرضوان، فيجب عليه حينئذ أن يعتقد نزاهتهم عن كل ما يقدح فيهم.

(السنة الصحيحة ما صححه أئمة الحديث الثقات المشهورون)

ثم يصير البحث والمناظرة معه في بيان التفاضل بينهم واستحقاق الخلافة. ولا بد أيضا قبل المناظرة أن يمهد بين المتناظرين أصل آخر يكون المرجع إليه عند الاختلاف كالكتاب والسنة الصحيحة والإجماع والقياس. والمراد بالسنة الصحيحة ما صححه أئمة الحديث الثقات المشهورون بين الأمة في مشارق الارض ومغاربها المشهود لهم بالعلم والمعرفة والإتقان الذين أفنوا أعمارهم في تحصيل الحديث وتدوينه ورحلوا في تحصيله إلى مشارق الارض ومغاربها وعرفوا الصحيح من الضعيف والموضوع وعرفوا الرواة وميزوا الثقة الذي تقبل الرواية عنه من غيره. وكل ذلك موضح مبسوط في كتب التواريخ والسير وطبقات العلماء بل ألفوا كتبا خاصة في أسماء الرجال طبقة بعد طبقة وذكروا فيها

صفاتهم وتواريخ ولاداتهم ووفاتهم وتفاوت درجاتهم في العلم ومن يقبل منهم ومن لا يقبل، كل ذلك لله الحمد موضح مبين بغاية التوضيح والبيان.

فإذا صارت المناظرة والاستدلال من أحد المتناظرين لا يقبل شيء من الروايات ولا من الرواة إلا من حكم الأئمة العارفون بقوله ولا تقبل رواية المجهول ولا من حكموا عليه بالضعف وعدم القبول ولا يقبل في الجرح والتعديل إلا قول الأئمة العارفين. وأما غيرهم ممن لا معرفة له بالحديث أو لم يذكره أحد من أئمة الحديث ولم يترجموا له في رجال الحديث ولم يبينوا أوصافه فإنه لا يقبل قوله ولا روايته ولا تصحيحه ولا تضعيفه ولا جرحه ولا تعديله. فإذا حصل الاشتباه في أحد تراجع كتب الأئمة فإن وجد مذكورا فيها بالعدالة والمعرفة والضبط قبلت روايته بعد تصحيح إسنادها إليه وإن وصف بعدم ذلك لم تقبل روايته، وكذا لو لم يذكروه أصلا فإنه لا تقبل روايته ولا تصحيحه ولا تضعيفه ولا جرحه ولا تعديله. فإذا اتفق المتناظران على هذا الأصل أيضا أمكنت المناظرة بينهما حينئذ بإيراد ما يورده كل منهما وإقامة الدليل عليه من الكتاب أو السنة أو الإجماع أو القياس وإسناد

ذلك إلى الثقات من الأئمة وإلى كتبهم المشهورة. فإن لم يتفقا على هذا الأصل لا تمكن المناظرة بينهما.

وإذا حصلت المناظرة بينهما فليكن السني حريصا على إقامة البرهان والحجة على خصمه أولا بالآيات القرآنية التي تلزم خصمه الاعتراف بنزاهة الصحابة عما يقدح فيهم وفي عدالتهم. ثم بالأحاديث النبوية الدالة على ذلك أيضا. ولا يذكر له شيئا من الأحاديث إلا بعد إلزامه بما تضمنته الآيات القرآنية، فإن البحث مع المبتدعة في الأحاديث قبل إلزامهم بما تضمنته الآيات لا ينتج بفائدة. وكذلك البحث معهم قبل تقرير المرجع عند الاختلاف على الوجه المذكور آنفا لا ينتج بفائد، ة لأن أدلتهم التي يستدلون بها على مطالبهم كلها تمويهات لا محصول لها عند التحقيق. ولهم أكاذيب واختلاقات ينسبونها إلى سيدنا علي رضي الله عنه والى أهل البيت لا يثبت شيء منها عند التحقيق.

وأما أهل السنة فعندهم أدلة كثيرة على معتقدهم منسوبة إلى الأئمة الثقات وكثير منها منسوبة بالأسانيد الصحيحة إلى سيدنا علي رضي الله عنه وعلماء أهل البيت لا يمكنهم الطعن في شيء منها.

وأما شبهات المبتدعة واستناداتهم التي يستندون إليها فلا

يقبلها منهم إلا جاهل غير مطلع على كتب الأئمة الذين يكون المرجع إليهم عند الاختلاف. وأما العالم بالمعرفة والاطلاع فإنه يزيف لهم كل دليل يستندون إليه مخالفا لمذهب أهل السنة ويقيم لهم على ذلك الحجج الواضحة والبراهين الفاضحة. فالعاقل لا يتعب نفسه معهم في المناظرة قبل تمهيد الأمر على الوجه الذي ذكرناه. ولا بد أن يقرر لخصمه أنه إذا حصل اختلاف في معاني بعض الآيات والأحاديث يكون المرجع في تفسير ذلك وبيانه تفاسير الأئمة المشهورين بالعلم والمعرفة والإتقان وشروح الأحاديث المنسوبة أيضا للأئمة المشهورين بالعلم والمعرفة والإتقان ولا يفسر شيئا من الآيات والأحاديث بالرأي قبل معرفة كلام الأئمة المذكورين. فإن الأخذ بظواهر الآيات والأحاديث قبل عرضها على كلام الأئمة أصل من أصول الكفر كما صرح بذلك كثير من الأئمة منهم الإمام السنوسي في شرحه على أم البراهين. فلا يجوز تفسير شيء من الآيات والأحاديث بالرأي ولا حملها على معان لم ينص عليها الأئمة المعتبرون. فلابد في ذلك كله من النقل عن الأئمة المجتهدين في الدين العارفين بمعاني الكتاب المبين وبأحاديث النبي الأمين صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه

أجمعين. فليس لنا أن نقول هذه الآية تدل على كذا وهذا الحديث يدل على كذا إلا بالنقل عن الأئمة المعتمدين لأنا لسنا من أهل الاجتهاد ولا الاستنباط. وقد ذكر العلماء أن مرتبة الاجتهاد قد انقطعت بعد عصر الأئمة الأربعة فلم يوجد بعدهم من فيه أهلية للاجتهاد المطلق. قالوا وأدعاها الإمام محمد بن جرير الطبري وكان إماما جليلا في القرن الرابع فلم يسلموا له بلوغه مرتبة الاجتهاد المطلق وكان متضلعا من العلوم عارفا بالمنطوق والمفهوم. فإذا كان مثل هذا الإمام لم يسلم له الاجتهاد المطلق فما بالك بغيره. إنما عزت رتبة الاجتهاد بعد عصر الأئمة ببعد العهد وضعف العلم بالنسبة إلى زمنهم. لأن المجتهد المطلق له شروط كثيرة منها أن يكون ممتلئا بالعلوم عارفا بالمنطوق والمفهوم وبالناسخ والمنسوخ والمحكم والمتشابه والمجمل والمبين وغير ذلك من الأقسام. ولا بد أيضا من أن يكون عارفا بالحديث وأنواعه من صحيح وحسن وضعيف ومنسوخ وغير ذلك وعارفا بالرجال المقبول منهم وغير المقبول ومطلعا على أقوال الصحابة والتابعين وبقية الأئمة المجتهدين وعلى ما قرروه في الآيات والأحاديث وعارفا بمأخذهم وكيفية استنباطاتهم والقواعد التي بنوا

عليها أقوالهم في كل مسئلة وغير ذلك مما ذكر العلماء في شروط الاجتهاد. وكل ذلك في هذه الأعصار أصعب من "خرط القتاد" (1) لطول المدة بيننا وبينهم مع ضعف العلم وغلبة الجهل فلا يجوز لأهل هذه الاعصار الاجتهاد والاستنباط في شيء من الآيات والأحاديث، بل يجب عليهم الأخذ بأقوال أئمة الدين واتباعهم في كل ما يقولون من الأحكام الفقهية وتفسير

(الآيات القرآنية والأحاديث النبوية)

ولو لم نقل ذلك لزم الزيغ والضلال والإلحاد في الدين لأن كثيرا من الآيات والأحاديث يعارضها مثلها من الآيات والأحاديث ولا اطلاع لغير المجتهدين على ذلك إلا بالنقل عنهم وبعضها منسوخ وبعضها مخصص وبعضها مجمل وبعضها متشابه إلى غير ذلك من الأقسام وكل ذلك لا يعرفه إلا الأئمة المجتهدون ولا نعرفه نحن إلا بالنقل عنهم. فلذلك كان الأخذ بالظواهر قبل معرفة كلام الأئمة أصل من أصول الكفر. وبعض الآيات والأحاديث تكون عند الأئمة محمولة على معان ظهرت لهم بأدلة وقرائن

---

(1)...... "القتاد" ضرب من الشجر كثير الشوك وشوكه كالابرة؛ وبذلك جرى المثل للامر الذى لا يوصل اليه الا بشدة: "دونه خرط القتاد" أى خرط شوكه باليد.

خفيت علينا فلا يجوز لنا مخالفة أقوالهم فيها.

ولنذكر شيئا من الأمثلة التي تعارضت فيها الأحاديث وأجاب الأئمة عن تعارضها وحملوا كلا منها على معنى صحيح. فمن ذلك قوله صلى الله عليه وسلم: ((عَلِيٌّ سَيِّدُ الْعَرَب))(1) إن أخذ بظاهره وحمل على عمومه فربما يستدل به المخالف على أفضلية علي على أبي بكر رضي الله عنهما أو على استحقاقه الخلافة قبله، مع أن ذلك معارض بالادلة الكثيرة التي هي أصح وأقوى في الدلالة على أفضلية أبي بكر واستحقاقه التقدم في الخلافة. فإنه قد صحت أحاديث كثيرة على أن أبا بكر رضي الله عنه أفضل الخلائق بعد الأنبياء عليهم الصلاة والسلام وأنه أحق بالخلافة وكل ذلك مبسوط في كتب أئمة أهل السنة. فحينئذ لا يجوز حمل قوله صلى الله عليه وسلم: ((عَلِيٌّ سَيِّدُ الْعَرَب)) على عمومه لكل شيء حتى يعارض ذلك، فحمله الأئمة على أن هذه السيادة في شيء مخصوص كالنسب مثلا والاتصال بالنبي صلى الله عليه وسلم فجمعوا بين النصوص بهذا

---

(1)... [المستدرک على الصحيحين للحاكم، ج ۴، ص ۹۲، حديث ۴۶۸۳، دار المعرفه بيروت]

وأخرجه الشيخ ابو الحسن احمد بن على العسقلانى فى "لسان الميزان" بلفظ "يَا عَلِيُّ إِنَّكَ سَيِّدُ الْعَرَبِ" [لسان الميزان، حرف الميم، من اسمه المسيب، ج ۸، ص ۶۸، حديث ۱۶۵۲، دار البشائر الاسلامية]

الحمل ليندفع التعارض.

ومن ذلك أيضا قوله صلى الله عليه وسلم: ((سُدُّوا كُلَّ خَوْخَةٍ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا خَوْخَةَ أَبِي بَكْرٍ)) (1) رضي الله عنه قال الأئمة من أهل السنة: إن في ذلك إشارة إلى أنه الخليفة بعده فأمر صلى الله عليه وسلم بابقاء خوخة داره غير مسدودة حتى يسهل عليه الدخول للمسجد ليصلي بالناس لأن الخليفة هو الذي يصلي بالناس وكل أمير كان يؤمره صلى الله عليه وسلم على جماعة كان يأمره بالصلاة بهم. قالوا ولا يعارض هذا الحديث قوله صلى الله عليه وسلم : ((سُدُّوا كُلَّ بَابٍ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ)) (2) رضي الله عنه، لأن الحديث الأول أصح إسنادا وشرط التعارض التساوي ولأنه قاله صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي توفي فيه حين قال: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاس)) (3) وأما حديث علي رضي الله عنه فقد قاله النبي صلى

(1)... أخرجه البخاری بلفظ: "سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ، غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ" [صحيح البخاری، کتاب الصلوٰة، باب الخوخة والممر فی المسجد، ج ١، ص ١٣٦، حديث ٤٦٧، الطاف اینڈ سنز لاہور]

(2)... أخرجه الحاكم بلفظ: "سُدُّوا هَذِهِ الْأَبْوَابَ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ" [مستدرک علی الصحيحين للحاکم، ج ٤، ص ٩٤، ٤٦٨٨، دار المعرفة بيروت]

(3)... صحيح البخاری، کتاب الاذان، باب حد المريض...، ج ١، ص ١٨٤، حديث ٦٦٤، الطاف اینڈ سنز لاہور

الله عليه وسلم قبل ذلك ولأن بيت علي رضي الله عنه كان ملاصقا لحجرة النبي صلى الله عليه وسلم وليس له طريق إلى المسجد إلا بفتح باب من بيته إلى المسجد. وأما أبو بكر رضي الله عنه فإنه كان له طريق إلى المسجد من غير احتياج إلى فتح الخوخة وإنما أمر بفتح الخوخة ليسهل تردده إلى المسجد ليصلي بالناس فلاتحصل له مشقة بسلوك طريق آخر.

وهناك أمثلة كثيرة يطول الكلام بذكرها ولوكان الأخذ بظواهر القرآن جائزمن غير عرضه على كلام الأئمة لأشكل كثير من الآيات. من ذلك قوله تعالى: ﴿اِنَّكَ لَا تَهۡدِيۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ﴾[1] مع قوله تعالى: ﴿اِنَّكَ لَتَهۡدِيۡۤ اِلٰى صِرٰطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍۙ﴾[2] فبينهما بحسب الظاهر تعارض يندفع بما قرره الأئمة في ذلك. قالوا إن معنى قوله تعالى ﴿اِنَّكَ لَتَهۡدِيۡۤ اِلٰى صِرٰطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍۙ﴾ أنك تدل الخلق على الله وتدعوهم إلى الايمان به. ومعنى قوله تعالى: ﴿اِنَّكَ لَا تَهۡدِيۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ﴾ أنك لا تخلق الهداية في قلوبهم لأن الخالق لذلك هو الله تعالى. وأمثال ذلك في القرآن كثير.

(1)......پ٢٠، القصص: ٥٦۔

(2)......پ٢٥، الشورى: ٥٢۔

فليس لنا أن نعدل عن كلام الأئمة ونأخذ ذلك بالرأي. فمن فعل ذلك كان من الضالين الهالكين. فيجب على كل من لم يبلغ درجة الاجتهاد أن يقلد واحدا من الأئمة الأربعة الذين أجمعت الأمة على صحة مذاهبهم وهم الإمام أبو حنيفة النعمان والإمام مالك بن أنس والإمام الشافعي محمد بن إدريس والإمام أحمد بن حنبل رضي الله عنهم. فهم وأتباعهم هم أهل السنة والجماعة. وكانت المذاهب في زمن التابعين وأتباعهم كثيرة مثل مذهب الأوزاعي وسفيان الثوري وسفيان بن عيينة وإسحاق بن راهويه وغيرهم ولكن غير الأربعة اندرست مذاهبهم ولم تعرف الآن قواعد مذاهبهم التي أسسوا عليها كل مسئلة فلذلك امتنع تقليد أحد منهم الآن، بخلاف المذاهب الأربعة فإنها تدونت مذاهبهم وأسست قواعدها وورد عليها أنظار العلماء قرونا كثيرة وانعقد الإجماع على صحتها، ولا تجتمع الأمة على ضلال لقوله صلى الله عليه وسلم : ((لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِيْ عَلَى ضَلَالٍ))[1] واستند الإمام

(1)... شرح صحيح البخارى لابن بطال، كتاب الصلوٰة، باب التعاون فى بناء المسجد...، ج ٢، ص ٩٩، مكتبة الرشد رياض

وأخرجه ابن ماجة بلفظ: "إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ" [سنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ص ٦٣٥، حديث ٣٩٥٠، دار الكتب العلمية بيروت])

الشافعي لكون الإجماع حجة من قوله تعالى: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾[1]

والمراد من الإجماع الذي يكون حجة وهو إجماع أهل السنة والجماعة. ولا عبرة بغيرهم من المبتدعة والفرق الضالة. فإن أهل السنة والجماعة هي الفرقة الجارية على ما كان عليه النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه. فقد أخبر النبي صلى الله عليه وسلم بأن الأمة ((سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً))[2] وهي التي تكون على ما كان عليه النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه.

وإذا نظرت تجد أهل السنة هم الذين قاموا بنصرة الشريعة ودونوها وألفوا الكتب في أيضاحها وبيانها وتحقيقها من كتب التفسير والحديث والفقه والنحو وغير ذلك من العلوم المنقولة والمعقولة أما غيرهم فليس لهم شيء من ذلك وإن وجد لهم شيء من التأليف

(1)... پ۵، النساء:۱۱۵۔

(2)... أخرجه ابو داؤد بلفظ "وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ: ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ" [سنن ابو داؤد، كتاب السنة، باب شرح السنة، ص۷۲۵، حديث ۴۵۹۷، دار الكتب العلمية بيروت]

فعلى سبيل الندرة وملؤا كتبهم بأكاذيب وقبائح تقتضي إبطال الشريعة ورفضها والطعن على ناقليها من الصحابة وغيرهم. وقد قال صلى الله عليه وسلم: ((عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ))[1] والسواد الأعظم هم الجماعة الكثيرة وهم أهل السنة والجماعة. فإياك أن تفارقهم فتكون من الهالكين.

(الاجتهاد والتقليد)

ثم إن العلماء قسموا المجتهدين إلى مجتهد مطلق ومجتهد مذهب ومجتهد فتوى. فالمجتهد المطلق من كانت له ملكة وأهلية لاستنباط كل مسئلة من الكتاب والسنة والإجماع والقياس الصحيح كالأئمة الأربعة رضي الله عنهم. ومجتهد المذهب من كانت له ملكة وأهلية للاستنباط من قواعد إمامه فإذا عرضت عليه مسئلة لم ينص عليها إمامه يستنبطها من قواعد مذهبه وربما أنه يقتدر أن يستنبط بعض المسائل من الكتاب والسنة والإجماع والقياس لكن لا يقدر على ذلك في كل مسئلة وذلك كأصحاب الأئمة كأبي يوسف ومحمد صاحبي الإمام أبي حنيفة والمزني والربيع صاحبي الإمام

(1)... أخرجه العجلوني بلفظ: "فَإِنَّمَا يَأْخُذُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ وَالْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَّالْفُرْقَةُ عَذَابٌ [كشف الخفاء ومزيل الالباس، ج ٢، ص ٣٢، الرقم ١٦٣٩، دار الكتب العلمية بيروت]

الشافعي. وهكذا أصحاب بقية الأئمة ولو كانوا يقتدرون على استنباط كل مسئلة من الكتاب والسنة أو الإجماع أو القياس لكانوا يجتهدون اجتهادا مطلقا ولا يقلدون أئمتهم، فهذا هو الفرق بينهم وبين المجتهد المطلق. وأما مجتهد الفتوى فهم أصحاب الترجيح للأقوال من أرباب المذاهب وهم من كملوا في العلم والمعرفة ولم يصلوا لرتبة مجتهد المذهب ومجتهدي الفتوى كثيرون كالرافعي والنووي وابن حجر والرملي في مذهب الشافعي. وأما من لم يصل إلى رتبتهم فلا يجوز له الترجيح بل لا يجوز له إلا مجرد النقل عنهم. وكان شيخنا رحمه الله يتعجب ممن يدعون الاجتهاد والأخذ من الكتاب والسنة في هذا العصر ويقول إنما حملهم على ذلك الجهل المركب لأنهم ليس فيهم شيء من شروط مجتهدي الفتوى فضلا عن شروط مجتهدي المذهب فضلا عن شروط المجتهد المطلق، وإنما لبس عليهم الشيطان ففارقوا السواد الأعظم وصاروا يتخبطون وربما خرقوا إجماع الأئمة الأربعة في بعض المسائل وإذا أشكل عليهم شيء من الآيات والأحاديث يرجعون إلى كتب التفسير وشروح الحديث ويأخذون بما يقولون ويقلدونهم في ذلك مع أن مؤلفي التفسير وشروح الحديث الذين أخذوا بأقوالهم

وقلدوهم كلهم مقلدون فهم ما رضوا بتقليد الأئمة الأربعة وقلدوا بعض أتباعهم وكل ذلك دليل على جهلهم ولو قرؤا كتب العلم لعرفوا قدر أنفسهم فلا حول ولا قوة إلا بالله. فيجب على ولاة الأمر وفقهم الله لكل خير أن يمنعوهم من ذلك التخبط ويأمروهم بالدخول في السواد الأعظم بتقليد أحد الأئمة الأربعة رضي الله عنهم.

وإذا كان بعض أهل السنة من المقلدين لأحد الأئمة الأربعة وقع في قلبه شيء من شبه المبتدعة الطاعنين في الصحابة رضي الله عنهم وأردت مناظرته فالزمه أولا بأن الأئمة الأربعة الذين منهم إمامه كلهم يعتقدون نزاهة الصحابة وترتيبهم في الفضل على حسب ترتيبهم في الخلافة فيجب عليه أن يتبع إمامه الذي قلده. فإن لم ينفع فيه ذلك تقيم عليه الحجة التي أقمتها على المبتدعة من الآيات والأحاديث.

(صحبة أبي بكر)

وينبغي أن يتنبه المناظر من أهل السنة لغيره من أهل البدعة لأشياء هي أهم من غيرها فيستحضرها حال المناظرة ليلزم الخصم بها. منها أن إنكار صحبة أبي بكر كفر لأنها مذكورة في القرآن في قوله تعالى: ﴿إِذۡ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحۡزَنۡ إِنَّ ٱللَّهَ

مَعَنَا ﴾[1] فأجمعت الأمة أن المراد بالصاحب في الآية أبو بكر رضي الله عنه.

(براءة عائشة)

وكذا إنكار براءة عائشة رضي الله عنها كفر، لأن الله أنزل عشر آيات في سورة النور في براءتها فمن أنكر براءتها فهو كافر. ولا يجوز التعرض لها بشيء يقتضي النقص بل يجب محبتها والترضي عنها لأن النبي صلى الله عليه وسلم أثنى عليها وقال: ((خُذُوْا شَطْرَ دِيْنِكُمْ عَنْهَا))[2] وأخبر أن الله زوجه إياها وأنها زوجته في الدنيا والآخرة. كل ذلك ثبت بالأحاديث الصحيحة التي لا يمكن الطعن فيها. فالتعرض لها تكذيب بأحاديث النبي صلى الله عليه وسلم.

ومن تأمل الآيات التي نزلت في براءتها وعرف معناها علم أنها صديقة بنت صديق وأن لها قدرا عظيما عند الله تعالى. قال الله تعالى في بعض الآيات التي نزلت في براءتها: ﴿وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ أُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ

(1)... پ١٠، التوبة:٤٠۔

(2)... اخرجه العلامة النبهانى رحمه الله تعالى بلفظ "خُذُوْا شَطْرَ دِيْنِكُمْ عَنِ الْحُمَيْرَاءِ" [اساليب البديعة فى فضل الصحابه واقناع الشيعة، القسم الثانى، فصل فى فضل شئون ام المؤمنين...، ص١٥٤، المطبعة الميمنة مصر]

رِزْقٌ كَرِيْمٌ ○﴾ [1] وقال تعالى تهديدا للقاذفين: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ○﴾ [2]

قال كثير من المفسرين منهم الزمخشري: من تصفح القرآن وتتبعه لم يجد فيه آية فيها تهديد مثل هذا التهديد ولا تخويف مثل هذا التخويف وذلك دليل على رفعة قدر عائشة رضي الله عنها عند الله تعالى وتعظيم شأنها وتعظيمها تعظيم للنبي صلى الله عليه وسلم.

(تفضيل الخلفاء الأربعة)

واعلم أن أدلة تفضيل الخلفاء الأربعة رضي الله عنهم على حسب ترتيبهم في الخلافة الذي هو مذهب أهل السنة كثيرة وهي صحيحة متواترة وثابتة عن علي رضي الله عنه وأكابر علماء أهل البيت. ونقل ذلك عن علي رضي الله عنه الجم الغفير من أصحابه

(1)...پ١٨، النور: ٢٦.

(2)...پ١٨، النور: ٢٣-٢٥.

وقالوا إنه كان يخطب في زمن خلافته على منبر الكوفة ويقول: إن أفضل الخلق بعد النبي صلى الله عليه وسلم أبو بكر وعمر. وكل ذلك مبسوط في كتب الأئمة وإنكاره محض عناد ومكابرة. فإذا أراد المناظر المخالف بيان ذلك يوضح السني له ذلك مما هو مذكور في كتب الأئمة.

وأما أحقية تقديم أبي بكر رضي الله عنه في الخلافة فكذلك لأهل السنة في ذلك أدلة كثيرة من الكتاب والسنة بعضها صريح وبعضها بالإشارة. وقد ثبت عن علي رضي الله عنه الاعتراف بحقية خلافة أبي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم ونقل ذلك عن الجم الغفير من أصحابه حتى صار ذلك متواترا فإنكاره محض عناد ومكابرة. فإذا أراد المخالف بيان ذلك يوضح له السني ذلك مما هو مذكور في كتب الأئمة.

(التقية)

ولا بد للسني أن يقيم الحجة والبرهان على المخالف في إبطال التقية التي ينسبونها لعلي رضي الله عنه وهو بريء منها. لأن نسبة التقية إليه يستلزم نسبة الذل والجبن له حاشاه الله من ذلك بل يستلزم نسبة ذلك لجميع بني هاشم حاشاهم من ذلك. فإن

عليا رضي الله عنه كان في قوة ومنعة بهم لو أراد الخلافة زمن الخلفاء الثلاثة قبله أو كان عنده نص أو رأى أنه أحق منهم بها لنازعهم فيها ولوجد من يقوم معه وينصره في ذلك، ولكنه عرف الحق في ذلك وانقاد له كما جاء التصريح عنه بذلك في أحاديث كثيرة بأسانيد صحيحة ولم يترك ذلك تقية كما يقولون، ولو كان عنده نص لأظهره ولم يكتمه. ولما انقضت خلافتهم وجاء الحق ونازعه من ليس مثله حاربه وقاتله ولم يترك ذلك تقية. فنسبة التقية إليه فيها تحقير واذلال له، أعاذه الله من ذلك.

ولو صحت نسبة التقية له لم يوثق بشيء من كلامه فإن كل شيء يقوله أو يفعله يحتمل حينئذ أن يكون تقية حاشاه الله من ذلك.

ثم إن الرافضة قبحهم الله تجرؤا على النبي صلى الله عليه وسلم ونسبوا التقية أيضا إليه. فإنهم لما أقيمت عليهم الحجج الواضحة في حقية خلافة أبي بكر رضي الله عنه التي منها حديث: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاس))[1] وكان معلوما علما ضروريا عند الصحابة

---

(1) . . . صحيح البخارى، كتاب الاذان، باب حد المريض . . .، ج ١، ص ١٨٤، حديث ٦٦٤، الطاف اينڈ سنز لاہور

رضي الله عنهم أن الأمير هو الذي يصلي بالناس ففهموا من ذلك أنه الخليفة بعده وكان ذلك الحديث مستفاضا متواترا لا يمكن إنكاره ومروي عن كثير من الصحابة منهم علي رضي الله عنه من طرق كثيرة صحيحة؛ قالوا إنما قال النبي صلى الله عليه وسلم ذلك تقية. ﴿قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ﴾ [1] مع أن لأهل السنة أدلة كثيرة على تقديم أبي بكر رضي الله عنه في الخلافة ولو فرض أنه لم يوجد دليل إلا حديث الأمر له بالصلاة بالناس لكان كافيا، كيف وقد انضم إلى ذلك إجماع الصحابة على صحة خلافته ولا تجتمع الأمة على ضلال كما جاء ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم وصح عن علي رضي الله عنه التصريح بأنهم دخلوا في بيعة أبي بكر رضي الله عنه لم يتخلف منهم أحد. فالقول بعدم صحة خلافته يستلزم تخطئة جميع الصحابة رضي الله عنهم واجتماع الأمة على ضلال وحاشاهم من ذلك. ويستلزم أيضا تكذيب النبي صلى الله عليه وسلم في أحاديث كثيرة وفي أن أمته لا تجتمع على ضلال. ويستلزم أيضا تكذيب القرآن في شهادته لهم بالصدق في قوله: ﴿أُولَٰٓئِكَ هُمُ

(1)...پ١٠، التوبه:٣٠۔

الصَّدِقُونَ﴾[1] وفي اخباره باستحقاقهم الجنة إلى غير ذلك من المحذورات التي لزمت هؤلاء الضالين. ويستلزم أيضا إبطال الشريعة لأنها إنما وصلت إلى الأمة بطريق الصحابة رضي الله عنهم. بل يلزمهم أيضا التشكك في صحة القرآن لأنه إنما وصل إلينا من طريقهم رضي الله عنهم.

والحاصل أن مذاهب المبتدعة كلها خيالات وضلال. قال ابن الأثير في تاريخه الكامل عند ذكره دولة العبيديين: إن المبتدعة إنما قصدوا بالطعن في الصحابة الطعن في الشريعة لأنها إنما وصلت إلينا من طريقهم. انتهى.

وأما مذهب أهل السنة والجماعة فهو المذهب الحق الذي كان عليه النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه بلا إفراط فيها ولا تفريط ولا قدح في أحد الصحابة ولا تكذيب لشيء من القرآن والسنة، فهو بالنسبة لمذهب المبتدعة خرج ﴿مِنۢ بَيۡنِ فَرۡثٖ وَدَمٖ لَّبَنًا خَالِصٗا سَآئِغٗا لِّلشَّٰرِبِينَ﴾[2]

ومن كان من أهل العلم والمعرفة ونظر في أدلة أهل السنة

(1)... پ٢٦، الحجرات: ١٥.

(2)... پ١٤، النحل: ٦٦.

وأدلة غيرهم عرف حقيقة ذلك إن نور الله قلبه وأزال انطماس بصيرته. ومن نظر في كتب الحديث وتأمل في سيرته صلى الله عليه وسلم من حين بعثه الله تعالى إلى أن توفاه علم مترلة الشيخين عنده وأنهما كانا عنده في أعظم المنازل لأنه كان يقربهما ويدنيهما ويستشيرهما وكانا يقضيان ويفتيان بحضرته ويراجعانه في بعض الأمور وربما أنه أراد أن يفعل بعض الأشياء أو يأمر بها فيريان أو أحدهما خلاف ذلك فيراجعان النبي صلى الله عليه وسلم وقد يكرران عليه المراجعة فيرجع إلى قولهما أو قول أحدهما ولو كان ذلك غير حق لما رجع إليه ووافق عليه وإلا كان فاعلا خطأ أو مقرا عليه وهو معصوم من ذلك.

والرافضة قبحهم الله إذا أقيمت عليهم الحجة بمثل ذلك يقولون إنما كان يوافقهما أو يوافق أحدهما تقية ﴿قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُۚ أَنَّىٰ يُؤۡفَكُونَ﴾[1] فإن القول بالتقية يستلزم أن لا يوثق بشيء من أقواله أو أفعاله صلى الله عليه وسلم إذ أن ذاك كله على قولهم يحتمل التقية فيلزمهم إبطال الشريعة والأحكام. ولا يقال إن مراجعة الشيخين أو أحدهما للنبي صلى الله عليه وسلم في بعض الأشياء سوء أدب أو مخالفة لأمره لأنهما علما رضاه بذلك وسروره

(1)...پ١٠، التوبه:٣٠۔

به ورغبته فيه، وما ذلك إلا لعظم مترلتهما عنده. ونزل كثير من آيات القرآن موافقا لرأي عمر رضي الله عنه وعاتب الله نبيه صلى الله عليه وسلم في مخالفته رأي عمر في قصة أسرى بدر كما هو مبسوط في كتب الأئمة.

ولما بعث الله نبيه صلى الله عليه وسلم كان أعظم قائم بنصرته أبو بكر رضي الله عنه فكان يعينه على تبليغ رسالة ربه ويدعو الناس إلى الدخول في دينه ويدفع عنه من يتعرض له.

وناله من قريش أذى كثير كما هو مبين في كتب السير. وكذلك عمر رضي الله عنه كان من أعظم القائمين بنصرته بعد إسلامه في السنة السادسة من البعثة، فكان من أعظم الناس شدة على كفار قريش، وإن كان قبل إسلامه شديدا على المسلمين لكنه بعد أن أسلم كان من أشد الناس على الكفار حتى أنزل الله عند إسلامه: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَسۡبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ﴾[1] أي يكفيك من حصل إسلامهم فلا تبال بتأخر غيرهم وكون نزولها عند إسلامه دليل على مزيد فضله حتى كأنه هو المقصود من الآية وحده. وكان ابن مسعود رضي الله عنه يقول: ما زلنا أعزة منذ أسلم عمر. وكان علي رضي الله عنه عند النبي صلى الله عليه

(1)...پ١٠، الانفال:٦٤۔

وسلم صغيرا في أول بعثة النبي صلى الله عليه وسلم، وإن كان رضي الله عنه بعد أن كبر كانت منه النصرة المأثورة والمواقف المشهورة، لكنهما كانا مميزان عنه بالنصرة الحاصلة في بدء الإسلام حين اشتدت وطأة قريش على المسلمين. وكذا بقية العشرة السابقين للإسلام. ولو كان ملك من ملوك الدنيا أعانه بعض الناس على تأسيس ملكه ونصرته على أعدائه حتى ظهر أمره وتم مراده لكان يحبه ويفضله على كثير من أقاربه. فما بالك بهؤلاء السابقين بالإسلام الذين قاموا بنصرة النبي صلى الله عليه وسلم حتى أظهر الله دينه على الدين كله.

والرافضة قبحهم الله نظروا إلى القرابة وغفلوا عن هذه الاشياء وأهملوا قول علي رضي الله عنه: ((لَا يَجْتَمِعُ حُبِّي وَبُغْضُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي قَلْبِ مُؤْمِنٍ))[1] وأهملوا الآيات والأحاديث التي جاءت في فضل الشيخين وغيرهم من الصحابة فأداهم الأمر إلى إبطال الشريعة التي وصلت إلينا من طريقهم.

(حقوق القرابة وحقوق الصحبة والمؤازرة والنصرة)

وأما أهل السنة والجماعة فإنهم لم يضيعوا حق القرابة

(1) .. المعجم الاوسط للطبراني، باب العين، من اسمه على، ج ٣، ص ٩٧، حديث ٣٩٢٠، دار الفكر اردن.

ويعترفون بفضلها ولا يضيعون حقوق الصحبة والمؤازرة والنصرة للصحابة، فيعطون كل ذي حق حقه. ولما ثبتت عندهم الآيات والأحاديث الواردة في الثناء على الصحابة رضي الله عنهم أولوا جميع ما وقع بين الصحابة من الاختلاف وحملوه على الاجتهاد وطلب الحق وحملوه على أحسن المحامل وسلكوا به أحسن المسالك. لأنهم لو طعنوا في أحد منهم كان ذلك تكذيبا للآيات والأحاديث الواردة في الثناء عليهم ورفضا للشريعة التي جاءت إلينا من طريقهم، فحكموا بعدالتهم كلهم وقبلوا كلما جاء مرويا عنهم من الآيات والأحاديث. ولا عبرة بما ينقل من الأكاذيب والحكايات التي ينقلها المبتدعة وكذبة المؤرخين فإنها كلها من اختلاقات الفرق الضالة يريدون بها توغير صدور المؤمنين على الصحابة رضي الله عنهم، فلا يلتفت إلى ذلك لأنه يؤدي إلى تكذيب الآيات والأحاديث الواردة في الثناء عليهم ولا نقبل إلا ما صح بالأسانيد الصحيحة التي رواها ثقات الأئمة ومع ذلك نؤولها ونطلب لها أحسن المحامل ونحملها على الاجتهاد الذي يؤجر المصيب فيه أجران والمخطئ أجر واحد.

ثم يجب عند اعتقاد التفاضل على الوجه الثابت عند أهل

السنة أن لا يعتقد نقص في المفضول بالنسبة للفاضل ولا يلاحظ ذلك قط بل يعتقد التفاضل مع اعتقاد أن الكل بلغ غاية الكمال والفضل لأنهم باجتماعهم بالنبي صلى الله عليه وسلم ونصرته أشرقت عليهم أنواره حتى فضلوا على كل من يأتي بعدهم. وموقف ساعة لواحد منهم مع النبي صلى الله عليه وسلم خير من الدنيا وما فيها. وذلك ثابت حتى لمن اجتمع به لحظة ولو كان طفلا غير مميز.

(التحذير من انتقاص الصحابة أو سبهم)

وليحذر المؤمن من اعتقاد نقص لأحد منهم أو التعرض لشيء من السب الذي ارتكبه كثير من المبتدعة لأن ذلك يوجب لعنة فاعله لقوله صلى الله عليه وسلم: ((فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ))[1] مع أن المرتكبين لذلك يعترفون بأن السب ليس مأمورا به لا على الوجوب ولا على الندب، ولو تركوه لم يسألهم الله عن تركه. ولو كان السب طاعة مأمورا بها لأمر الله بسب إبليس الذي هو أشقى الخلق وسب فرعون وهامان وقارون وغيرهم من الكفرة. فلو لم يلعن الانسان في عمره قط أحدا منهم لا يعاقبه الله ولا يسأله عن ترك السب. فكيف هؤلاء

(1) ... المعجم الاوسط للطبراني، باب الالف، من اسمه احمد، ج ١، ص ١٤٢، حديث ٤٥٦، دار الفكر اردن۔

المبتدعة يرتكبون لعن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذين نصروه وبلغوا شريعته لأمته.

يروى أن سيدنا عليا رضي الله عنه تناظر مع بعض من ينكر البعث. فقال له سيدنا علي رضي الله عنه إن صح ما تقول أنت يعني من عدم البعث نجوت أنا وأنت وإن صح ما أقول أنا من البعث نجوت أنا ولم تنج أنت فأنا ناج على كل حال وأنت على النظر، فلم يقدر ذلك المناظر على جوابه.

فلذلك يقال للمبتدع المتعرض لسب الصحابة المجيز له بالنسبة للمانعين وهم أهل السنة: إن صح ما يقول المبتدعة من الجواز نجونا نحن وهم لأنهم يسلمون أن تارك السب لا يسئل عن ذلك ولا يعاقب، وإن صح ما يقول أهل السنة من المنع نجا أهل السنة وهلك أهل البدعة؛ فأهل السنة ناجون على كل حال وأهل البدعة على خطر.

وهذا كله على سبيل الفرض وإرخاء العنان في الجدل. وإلا فهم الهالكون قطعا لتعرضهم لسب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم.

ولو سئل اليهود وقيل لهم من خير الناس عندكم لقالوا: أصحاب موسى عليه الصلاة والسلام. ولو سئل النصارى وقيل لهم من

خير الناس عندكم لقالوا: أصحاب عيسى عليه الصلاة والسلام. ولو سئل الفرقة التي تبغض الصحابة "من شر الناس عندكم"؟ لقالوا: أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم.

(الدعاء)

نسأل الله أن يرزقنا محبة أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وأهل بيته وأن يحيينا ويميتنا ويبعثنا عليها وأن يحفظنا من بغض أحد منهم أو تنقيصه أو التعرض له بسوء إنه على ذلك قدير وبالإجابة جدير. وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.